مسلسل اشاعت کے ۵۴ سال

شمارہ: ۳ جلد: ۲۰ | صفر المظفر ۱۴۳۷ دسمبر 2015

ماہنامہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

# لولاک

ملتان

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

## گلشن ختم نبوۃ کے گلہائے رنگا رنگ

## مناقب خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم

## فضائل مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

## خاتم النبیین کا مفہوم اور قادیانی دجل

## مسجد پر قادیانیوں کا حق نہیں

## مولانا قاری منیر احمد کا وصال

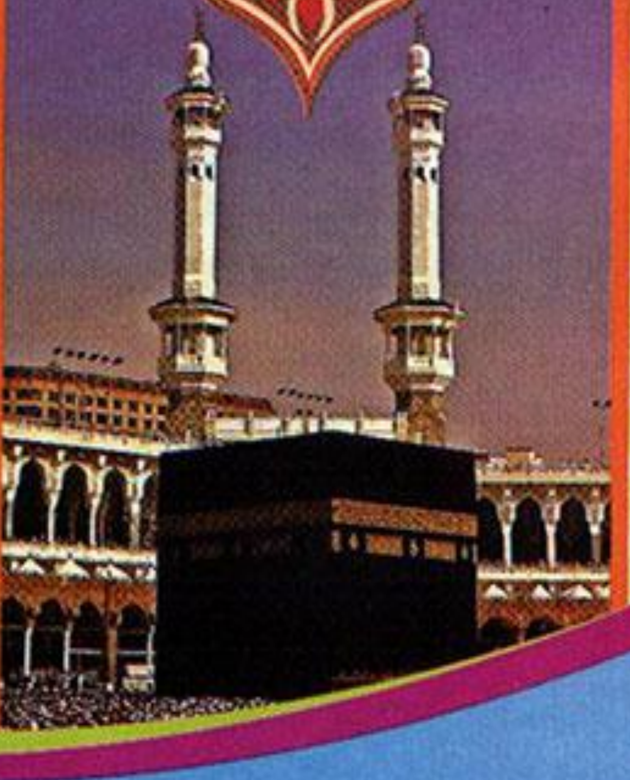

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

# ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ: ۲ ○ جلد: ۲۰

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

زیر سرپرستی: حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

## مجلس منتظمہ

| | |
|---|---|
| علامہ احمد میاں حمادی | مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی |
| مولانا بشیر احمد | حافظ محمد یوسف عثمانی |
| مولانا محمد اکرم طوفانی | حافظ محمد ثاقب |
| مولانا فقیر اللہ اختر | مولانا مفتی حفیظ الرحمن |
| مولانا عبدالرشید غازی | مولانا قاضی احسان احمد |
| مولانا غلام حسین | مولانا محمد طیب فاروقی |
| مولانا محمد اسحاق ساقی | مولانا محمد علی صدیقی |
| مولانا غلام مصطفیٰ | مولانا محمد حسین ناصر |
| چوہدری محمد اقبال | غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ |
| مولانا عبدالرزاق | مولانا محمد قاسم رحمانی |

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

## کلمۃ الیوم


| | | |
|---|---|---|
| گلشن ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ | مولانا اللہ وسایا | 3 |


## مقالات ومضامین


| | | |
|---|---|---|
| مناقب خلفاء اربعہؓ | حضرت مولانا محمد منظور نعمانی | 5 |
| فضائل مدینۃ النبی | شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ | 8 |
| اصحاب بدر کا اجمالی تعارف (قسط نمبر:6) | مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی | 10 |
| انقلاب | جناب محمد اسلم شیخوپوری | 12 |
| خطبہ صدارت ...... حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ | مولانا محمد عابد مدنی | 16 |
| اسلامی غیرت | مولانا محمد مالک کاندھلوی | 22 |
| اے کبوترو تم گواہ رہنا | عبدالمالک مجاہد | 27 |


## شخصیات


| | | |
|---|---|---|
| تحفظ ختم نبوۃ کے مثالی سپوت، مولانا عبدالغنی شاہجہاں پوریؒ | شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند | 30 |
| مولانا قاری منیر احمد کا وصال | مولانا محمد عارف شامی | 35 |


## ردقادیانیت


| | | |
|---|---|---|
| مسجد پر قادیانیوں کا حق نہیں | مولانا اللہ وسایا | 36 |
| ارشادات فریدی اور مرزائے قادیانی | مولانا خواجہ نور احمد فریدی | 44 |
| ایک تحریری علمی مناظرہ (قسط نمبر:3) | حضرت مولانا بلال احمد دہلوی | 49 |
| خاتم النبیین کا مفہوم اور قادیانی دجل | مولانا محمد علی صدیقی | 55 |


## متفرقات


| | | |
|---|---|---|
| تبصرۂ کتب | ادارہ | 56 |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

# گلشن ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ

اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق کے ساتھ راقم اس دنیا سے رخصت ہونے والے حضرات کے تعارف پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہے۔اس کے دو مجموعے شائع بھی ہوچکے ہیں:

۱...... فراق یاراں۔ ۲...... یاد دلبراں۔

مزید یہ کہ:

۳...... ’’تذکرہ مجاہدین ختم نبوت‘‘ میں بہت سارے حضرات پر بہت کچھ جمع کردیا گیا ہے۔

۴...... ’’حضرت شیخ الہند کے دیس میں‘‘ قریباً بیس تیس حضرات کا مفصل تذکرہ آگیا ہے۔

۵...... احتساب قادیانیت کی ساٹھ جلدوں میں ساڑھے تین صد حضرات سے زیادہ حضرات کے رسائل وکتب جمع ہوئے تو ابتداء میں ’’عرض مرتب‘‘ کے عنوان پر ان مصنفین حضرات کا تھوڑا یا زیادہ تذکرہ شائع ہوا۔

پھر یہ کہ ان پانچوں محولہ بالا مقامات میں حتی الامکان نئی نئی باتیں آئیں۔ مثلاً حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ یا حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا ان پانچوں مراجع میں ذکر ہے۔ لیکن ضرورت کے تحت نئی باتیں آئیں۔ یوں پانچوں جگہ عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق ان کی خدمات کا تذکرہ شامل ہوا۔ لیکن مختلف جہات سے، بالکل علیحدہ علیحدہ! خیال ہوا کہ ان پانچوں مراجع کو سامنے رکھ کر تکرار حذف کرنے کے بعد تمام وہ حضرات جن کا کسی بھی طرح عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے تذکرہ ضروری ہے۔ اس کو جمع کردیا جائے تو ان پانچوں جگہ میں کہیں دو صفحے، کہیں چار، یا پانچ، اگر ایک جگہ تذکرہ ہوجائے تو یوں ان حضرات پر کئی کئی صفحات کے مقالہ جات بن جائیں گے۔

اس دوران میں ہمارے علمی بزرگ اور کثیر المطالعہ شخصیت، مخدوم گرامی، حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب سابق سینیٹر جمعیت علماء اسلام بنوں نے فرمایا کہ جس طرح ’’ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں‘‘ نامی کتاب میں بہت سارے اکابر کا تذکرہ آگیا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ اگر مجلس تحفظ ختم نبوت کے امراء، نظماء، صدر المبلغین، اراکین شوریٰ اور مبلغین کرام کا تذکرہ بھی شائع ہوجائے تو بہت مفید بات ہوگی۔ ان تمام تجاویز کو سامنے رکھ کر اللہ رب العزت کا نام لے کر اس منصوبہ پر کام شروع کردیا ہے۔ بہت سارے حضرات کے حالات جمع ہوگئے۔ بعض کے تفصیلی اور بعض کے اجمالی۔ تفصیلی تو بیس بیس صفحات کے مقالات بھی بن گئے اور اجمالی تذکرے چند سطروں پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ پانچ، سات صد حضرات جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کیا۔ ان کے کچھ نہ کچھ حالات جمع ہوجائیں گے۔ اللہ رب العزت کا کرم ہے کہ کئی جلدوں کا مواد

جمع ہوگیا ہے۔لیکن تمام کا احاطہ تو پھر بھی ممکن نہیں۔تاہم جتنا ہو جائے غنیمت ہے۔اس میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث کی تقسیم وتفریق، سیاسی غیر سیاسی، کانگریسی، مسلم لیگی کا امتیاز، مسٹر اور ملا کے فرق کے بغیر جس نے ختم نبوت کے لئے جو خدمت سرانجام دی ان کے تھوڑے یا زیادہ حالات جمع ہو جائیں تو یہ اس حوالہ سے بہت بڑی خدمت ہوگی۔

یہ خیال رہے کہ جو حضرات اس دنیا سے رخصت ہوگئے ان کے حالات جمع کر رہے ہیں۔جو حضرات زندہ سلامت باکرامت ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا کی بہترین صحت وسلامتی کے ساتھ مزید زندہ رکھیں۔ان کے حالات کو جمع کرنا آنے والی نسلوں کے ذمہ رکھ چھوڑا ہے۔ان سطور کے ذریعہ التماس ہے کہ اس سلسلہ میں جس کے پاس جو ہے بھجوا دیا جائے یا مطلع کیا جائے۔تاکہ ایک جامع چیز مرتب ہو جائے۔ورنہ چھپنے کے بعد تو ہر ایک نے تبصرہ کرنا ہے کہ فلاں کے حالات رہ گئے۔فلاں کا ذکر نہیں۔

تو براہ کرم ابھی سے جو معاونت ورہنمائی فرمائی جاسکتی ہو فقیر سراپا انتظار ہوگا۔امید ہے کہ فوری توجہ فرمائی جائے گی۔ختم نبوت کے تحفظ کے کام میں جس کا جتنا حصہ ہے اس کا ذکر آنا چاہئے۔ویسے آپ نے پڑھا بھی ہوگا کہ ’’صالحین کے ذکر خیر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔‘‘اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرمائیں۔آمین!

## بلدیاتی انتخابات اور تحفظ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں متحرک تمام رفقاء کرام اور بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تمام رہنمایان وعہدیداران وکارکنان سے درخواست ہے کہ:

پنجاب اور سندھ میں بلدیاتی انتخابات منعقد ہو رہے ہیں۔آپ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے تمام امیدواروں سے پختہ وعدہ لیں کہ وہ اگر کامیاب ہوگئے تو اپنے اپنے شہر کے اہم چوک کا نام ’’ختم نبوت چوک‘‘ رکھیں گے۔

اس وقت بہت سارے شہروں مثلاً بہاول پور، چنیوٹ، جہانیاں، قلندر آباد وغیرہ کے اہم چوکوں کا نام ’’ختم نبوت چوک‘‘ ہے۔

اگر ہم اس جدوجہد کو آگے بڑھائیں اور ملک کے اہم قصبات اور شہروں کے چوکوں کو ختم نبوت چوک کے نام سے موسوم کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی تبلیغ واشاعت کا یہ بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوگا۔

امید ہے کہ تمام صوبوں کے اہل درد اس مسئلہ پر سنجیدگی سے توجہ فرما کر اپنا فریضہ ادا کریں گے۔

(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان

# مناقب خلفاء اربعہؓ

مولانا محمد منظور نعمانی ؒ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ارشادات میں جس طرح ایک ساتھ شیخین حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کے فضائل بیان فرمائے اور جس طرح بعض ارشادات میں حضرت عثمانؓ کو بھی شامل فرما کر ایک ساتھ تینوں حضرات کے فضائل بیان فرمائے۔ اسی طرح آپ نے اپنے بعض ارشادات میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو بھی شامل فرما کر چاروں خلفاء کے فضائل ایک ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ ذیل میں آپ کے ایسے ہی چند ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں:

”عن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ: رحم اللہ ابابکر فانه زوجنی ابنته وحملنی الیٰ دار الهجرة واعتق بلالا من ماله رحم اللہ عمر یقول الحق وان کان مرا ترکه الحق وماله صدیق رحم اللہ عثمان تستحییه الملائکة رحم اللہ علیاً اللهم ادر الحق معه حیث دار“ (رواہ الترمذی)

﴿حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ابوبکرؓ پر، انہوں نے اپنی بیٹی (عائشہؓ) کا میرے ساتھ نکاح کر دیا اور دار الہجرہ مدینہ منورہ تک پہنچنے کے لئے میرے واسطے (سواری وغیرہ) سفر کے انتظامات کئے اور بلالؓ کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا۔ اللہ کی رحمت ہو عمرؓ پر، وہ حق بات کہتا ہے۔ اگرچہ کڑوی ہو، اس کی اس (بے لاگ) حق گوئی نے اس حال میں کر چھوڑا ہے کہ کوئی اس کا دوست نہیں۔ اللہ کی رحمت ہو عثمانؓ پر جس کا حال یہ ہے کہ فرشتے بھی اس سے شرماتے ہیں اور اللہ کی رحمت ہو علیؓ پر اے اللہ تو حق اور سچائی کو اس کے ساتھ دائر وسائر کر دے۔ وہ حق کے ساتھ رہے اور حق اس کے ساتھ۔﴾

تشریح:...... رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں چاروں خلفاء راشدین کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ سب سے پہلے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں دعا رحمت فرمائی اور خصوصیت کے ساتھ ان کے تین اعمال خیر کا ذکر فرمایا۔ سب سے پہلے ان کے اس عمل کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ اگرچہ کم از کم آٹھ ازواج مطہرات آپ ﷺ کی اور بھی ہوئیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے نکاح کی خاص اہمیت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا وجود ان کے کمال ایمان، ان کی فراست ودانشمندی اور بالخصوص ان کی وجہ سے خانگی ضروریات کی فکروں سے بے فکری اور آزادی حاصل ہو جانے کی وجہ سے حضور ﷺ کے لئے باعث سکون خاطر تھا۔ ان کی وفات سے فطری طور پر آپ ﷺ کو غیر معمولی رنج اور صدمہ تھا۔ اس وقت عالم غیب کی طرف سے آپ ﷺ کو اشارہ ملا کہ ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہ تمہاری رفیقہ حیات ہوں گی۔ اگرچہ وہ اس وقت بہت کمسن تھیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے غیبی اشارہ کی بناء پر یقین فرما لیا کہ یہ منجانب اللہ مقدر ہو چکا ہے اور ان کی رفاقت حضرت خدیجہؓ کی طرح میرے لئے خیر اور باعث سکون خاطر ہوگی۔ چنانچہ ایک نیک خاتون خولہ بنت حکیم نے حضرت ابوبکرؓ کو

﴿حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میری امت کے لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ رحم دل میری امت میں ابوبکرؓ ہیں اور اللہ کے معاملہ میں سب سے سخت عمرؓ بن خطاب ہیں اور حیا کے لحاظ سے میری امت میں سب سے افضل عثمان بن عفانؓ ہیں اور نزاعات وخصومات کا فیصلہ کرنے میں علی ابن ابی طالبؓ میری امت میں سب سے فائق ہیں۔﴾

تشریح...... رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد میں خلفاء اربعہ میں سے ہر ایک کے اس وصف کا ذکر فرمایا ہے جس میں اس کو، امت کے تمام دوسرے افراد پر امتیاز حاصل ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صفت رحمت اور رحم دلی کے لحاظ سے تمام امت میں فائق ہیں۔ اسی طرح شدت فی امر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور حقوق کے بارے میں سخت گیری کے لحاظ سے حضرت عمرؓ ممتاز ہیں۔ علیٰ ہذا صفت حیاء جس کو حدیث شریف میں ایمان کا خاص شعبہ بتایا گیا ہے اس ایمانی صفت کے لحاظ سے امت میں حضرت عثمان ابن عفانؓ کو امتیاز حاصل ہے اور نزاعات وخصومات کا صحیح اور حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت جو اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت اور الٰہی اور نبوی خلافت کا خاص وظیفہ ہے اس میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو تمام امت پر فوقیت حاصل ہے۔

”عن ابی ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من فضل علی ابی بکر وعمر وعثمان وعلی فقد رد ما قلتہ وکذب ماھم اھلہ (رواہ الرافعی)“ ﴿حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ابوبکرؓ وعمرؓ اور عثمانؓ وعلیؓ پر (کسی اور کو) فضیلت دی تو اس نے میری بتلائی ہوئی بات کی تردید کی اور یہ چاروں (عنداللہ) جس مرتبے پر ہیں اس کی تکذیب کی۔﴾

تشریح...... حدیث کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اہل حق کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ یہ چاروں حضرات تمام امت میں افضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اس بارے میں واضح ہیں جو کوئی بدعقیدہ شخص کسی دوسرے کو ان چاروں سے افضل جانے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی تردید اور مخالفت کا مرتکب ہوا۔

”عن انسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یجتمع حب ھئولاء الاربعۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی فی قلب منافق (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر)“ ﴿حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ان چاروں (میرے ساتھیوں اور رفیقوں) ابوبکرؓ وعمرؓ اور عثمانؓ وعلیؓ کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہ ہوگی۔﴾

تشریح...... یہ حدیث بھی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت والجماعت کا حال یہی ہے کہ وہ ان چاروں حضرات سے محبت کو گویا جزو ایمان یقین کرتے ہیں اور جو بدنصیب ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھے اس کو فاسد العقیدہ اور حقیقی ایمان سے محروم جانتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا تھا۔ کتب حدیث میں اور بھی ایسی روایات ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے ان خلفاء اربعہ کی فضیلت اور ان کے امتیاز کا ذکر اسی ترتیب سے فرمایا ہے۔ ان سب روایات سے ان حضرات کی فضیلت کے ساتھ ان کے درمیان فرق مراتب اور خلافت کے بارے میں ترتیب کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

# فضائل مدینۃ النبی ﷺ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

حضرت رسالت پناہ ﷺ نے وصیت فرمائی ہے کہ لوگوں کو اس شہر بزرگ کے باشندوں کی تعظیم کرنا چاہئے۔ اس مدعا کا ثبوت اس وعید سے چلتا ہے جو اہل مدینہ کے ڈرانے اور دھمکانے پر آئے ہیں۔ وہ بھی معلوم ہو جائیں گی اور دیگر احادیث بھی جو اس بارے میں لکھی جائیں گی۔ احادیث رسول اللہ ﷺ: ''مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے۔''،''اور اس میں میری خواب گاہ ہے۔'' (کنایتاً اپنے مزار مبارک کی خبر دی ہے)،''اور مدینہ میں ہے بعث میری اور اسی مقام پر ستر ہزار رحمت کے فرشتے ہیں جن سے قبر شریف ڈھکی رہتی ہے اور آپ ﷺ یہیں سے اٹھیں گے۔''،''میری امت پر لازم ہے کہ میرے ہمسایہ کی حفاظت اور حرمت کریں اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے میں ذرہ برابر فروگذاشت نہ کریں اور اگر اہل مدینہ سے اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات پاویں تو اس پر مواخذہ نہ کریں۔ جہاں تک ہو سکے معاف کردیں۔''،''جب تک اہل مدینہ کبیرہ کے مرتکب نہ ہوں اس وقت تک شریعت مطہرہ کا جو کچھ حق ہو حق اللہ وحق العباد میں قائم کریں۔''،''جو شخص ان کی حرمت کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گے۔''،''اور جو شخص اہل مدینہ کی حرمت کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھے گا اس کو طینت خیال پلایا جائے گا۔''

یہ ایک حوض ہے دوزخ میں جس میں دوزخیوں کا خون اور پیپ جمع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھیں۔ منجملہ اس کے اوصاف کے یہ ہے حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے:''جو شخص کہ اہل مدینہ سے بدی کا ارادہ کرے گا اور ان کو ایذا پہنچانے کی غرض سے کسی مقام پر کھڑا ہوگا وہ شہنشاہ جبار کے عذاب میں گرفتار ہوگا اور آگ میں مانند رانگ کے اور نمک کے پانی میں پگھل جائے گا۔''

بعضوں نے اس کو آخرت کے عذاب سے خاص کیا ہے۔ لیکن حدیث کے ظاہر الفاظ کثیر احوال کے مشاہدات اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ اس لئے کہ عذاب آخرت کا مستحق قرار پاجانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی قضاء وقدر اس طرح پر جاری ہے کہ جو شخص اہل مدینہ سے لڑائی کرے یا ان کی ایذا پر کمر باندھے وہ تھوڑے ہی دنوں میں اس گناہ کے وبال اور عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ! جو شخص میرے اور میرے اہل شہر کے ساتھ برائی کا خیال کرے اس کو جلد ہلاک کر۔ چنانچہ بعض لڑائیوں کے واقعات جو یزید بن معاویہ کے زمانے میں یا ان کے علاوہ ہوئے ہیں۔ اس بات کی تصدیق پر شاہد ہیں۔ امام احمد بن حنبل صحیح حدیث میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فتنہ پرداز سرداروں میں سے ایک سردار مدینہ میں آیا۔ جابرؓ اس وقت

مدینہ میں تھے اور آپ کی بینائی کبرسنی کی وجہ سے جاتی رہی تھی۔ ان سے کہا کہ مصلحت وقت اس میں ہے کہ اس ظالم کے مقابلے سے تھوڑے دنوں کے لئے کنارہ کشی اختیار کی جائے تاکہ اس فتنہ کی آفت اور اس ابتلاء کے خوف سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ آپ اپنے دونوں صاحبزادوں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مدینہ منورہ سے باہر جارہے تھے۔ ضعف پیری اور بینائی کے نہ ہونے کی وجہ سے یکایک زمین پر گر پڑے۔ اس وقت آپ نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کی جس نے رسول خدا ﷺ کو ڈرایا۔ آپ کے ایک لڑکے نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ڈرانا کس طرح ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ اس دار فانی سے دار بقاء کو تشریف لے جاچکے ہیں۔ اس پر جابرؓ نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا ﷺ سے میں نے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اہل مدینہ کو ڈرایا بے شک گویا اس نے مجھ کو ڈرایا۔ نسائی کی روایتوں میں آیا ہے: ''جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے اس کو اللہ ظلماً ڈراتا ہے اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔''

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: ''اس کا کوئی عمل فرض یا نفل مقبول نہیں ہے۔'' نیز اس باب میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ سیدؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر مشار الیہ جس سے جابرؓ بھاگے تھے بشر ابن ارطاۃ تھا۔ اس لئے کہ قرطبی ابن عبدالبر سے روایت لاتے ہیں کہ معاویہؓ نے دو حکموں کے فیصلہ کرنے کے بعد بشر ابن ارطاۃ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا، تاکہ اس شہر کے باشندوں سے ان کی خلافت پر عہد بیعت لیں۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ اس وقت امیر المومنین حضرت علیؓ کی جانب سے مدینہ میں عامل تھے۔ خوف فرار کی وجہ سے جناب ولایت مآب مرتضوی سے جاملے۔ بشر مدینہ میں آیا اور کہا کہ اگر امیر المومنین کا عہد اور ان کا حکم نہ مانو گے تو اس شہر میں ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا اور سب کو تیغ سیاست سے ہلاک کردوں گا۔ اس کے بعد تمام اہل مدینہ منورہ کو معاویہؓ کی بیعت کے لئے طلب کیا اور ایک قاصد بنی سلمہ میں بھیجا کہ اگر تم جابر ابن عبداللہؓ کو حاضر نہ کرو گے تو میرے ذمہ اور امان میں نہیں ہو۔ جابرؓ نے جب یہ خبر سنی تو ام سلمہؓ کی خدمت میں آئے اور ان سے صورتحال بیان کی اور بشر کی مجلس میں حاضر ہونے کی بابت مشورہ کیا اور کہا کہ یہ بیعت ضلالت ہے اس میں فلاح کی امید نہیں ہے۔ لیکن ترک بیعت میں امان بھی نہیں ہے۔ ام سلمہؓ نے حضرت جابرؓ کو چاروناچار بیعت کی اجازت دے دی۔ اکثر اہل مدینہ بھاگ کر حرہ بنی سلیم میں جاچھپے۔ علماء نے فرمایا ہے یہ لعنت جو اہل مدینہ پر ظلم وفساد کا ارادہ کرنے والوں پر وارد ہوئی ہے لعنت کفار اور اہل شرک کے مثل نہیں ہے۔ جس میں رحمت الٰہی اور نعمت غیر متناہی سے مطلقاً ناامیدی پائی جاتی ہے یا جنت میں داخلہ سے محرومی کے نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ بلکہ اس لعنت کا مآل دربار جل جلالہ میں رحمت خاص حاصل کرنے سے دور رہنا ہے اور اوّل اوّل اہل قرب اور اصحاب پاکیزہ کے گروہ کے ساتھ بہشت میں داخل ہونے سے محروم رہنا ہے۔ جن کا دامن عصمت ظلم وفساد کی نجاست سے پاک رہا ہے۔ اس لعنت کا مقصد حقیقت میں لوگوں کو بے ادبی پر ڈرانا دھمکانا ہے کہ اس مقام پاک کا احترام کیوں نہیں کیا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس شہر میں گناہ صغیرہ، کبیرہ کا حکم رکھتا ہے جس طرح بعض علماء حرم مکہ میں گناہ کے دوگناہ ہوجانے کے قائل ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم!

# اصحاب بدر کا اجمالی تعارف

قسط نمبر:6

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

## ۶۰......خالد بن زید ابن کلیب الخزرجیؓ

آپ کی کنیت ابوایوب تھی اور کنیت سے ہی مشہور تھے۔ بنونجار کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بیعت عقبہ، غزوہ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ سرور دو عالم ﷺ نے ان کی مصعب ابن عمیرؓ سے مؤاخات کرائی۔ یہی میزبان رسول ہیں کہ جب سرور دو عالم ﷺ قباء سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ بہادر، صابر، متقی، غزوہ وجہاد سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ بنوامیہ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ مدینہ منورہ میں ہی رہائش پذیر تھے کہ شام کی طرف کوچ کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں قسطنطنیہ کی طرف جہاد کے لئے اہل اسلام گئے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی ساتھ ہی تھے۔ بہت ساری لڑائیوں میں شامل رہے۔ قسطنطنیہ کے سفر میں بیمار ہوئے تو اپنے ساتھیوں کو وصیت فرمائی کہ اگر اس دوران میری وفات ہوجائے تو وہاں تک میری میت کو لے جانا جہاں جنگ جاری ہو اور مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کردینا۔ جب آپ کی رحلت ہوئی تو آپ کا مزار قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے ساتھ بنایا گیا۔ آپ سے ۱۰۰ احادیث منقول ہیں۔ آپ کی وفات ۵۲ ہجری میں ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۵۹)

## ۶۱......خالد ابن قیس ابن مالک لبیارضی الخزرجی الانصاریؓ

ان کی والدہ محترمہ کا نام سلمٰی بنت حارثہ تھا۔ بیعت عقبہ میں شامل ستر انصاریوں میں آپ بھی تھے۔ آپ غزوہ بدر، احد میں اپنے ساتھیوں سمیت شامل ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۳/۵۹۹)

## ۶۲......خباب ابن الارت ابن جندلہ التمیمیؓ

آپ بعض کے نزدیک تمیمی اور بعض کے نزدیک خزاعی تھے۔ کنیت ابویحیٰ یا ابوعبداللہ تھی۔ زمانہ جاہلیت میں قیدی بنائے گئے اور مکہ مکرمہ میں فروخت ہوئے۔ آپ ابوعمار الخزاعیہ کے غلام تھے۔ آپ کو سابقون الاولون میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ کہا گیا ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ چھٹے نمبر پر تھے۔ جبکہ اولین اسلام کا اظہار کرنے والوں میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں تلوار سازی کا کام کرتے تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو قریش نے ان پر مظالم کی انتہا کردی۔ شدید ترین سزائیں دیں۔ تاکہ دین اسلام سے انحراف کرلیں۔ آپ نے صبر وتحمل سے تمام سزائیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور غزوہ بدر میں شرکت کی۔ علاوہ ازیں تمام غزوات میں شمولیت اختیار کی۔ سرور دو عالم ﷺ نے ان کی جبر بن عتیق کے ساتھ مواخات فرمائی۔ خباب کوفہ

آباد ہونے کے بعد وہاں تشریف لے آئے۔ ۳۷ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔ صحابہ کرامؓ میں پہلے صحابی ہیں جو کوفہ میں مدفون ہوئے۔ بخاری، مسلم میں آپ سے ۱۳۲ احادیث منقول ہیں۔ (الاستیعاب ۲/۴۳۷)

### ۶۳...... خباب ابن عتبہ بن غزوان القرشی النوفلیؓ

صحیح یہ ہے کہ خباب عتبہ کے غلام تھے۔ کنیت ابو یحیٰ تھی۔ آپ بدر، احد اور اس کے بعد کے غزوات میں اپنے آقا عتبہ سمیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ خباب بنو نوفل ابن عبد مناف کے حلیف تھے۔ سرور دو عالم ﷺ نے ان کی مؤاخات خراش بن سمہ کے غلام تمیم کے ساتھ فرمائی۔ ۱۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ ۲/۱۴۵)

### ۶۴...... خبیب ابن اساف بن عتبہ الخزرجیؓ

بعض حضرات نے فرمایا خبیب ابن یساف الانصاری نام تھا۔ غزوہ بدر، احد، میں شامل ہوئے۔ آپ مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے۔ یہاں تک کہ سرور دو عالم ﷺ بدر کی طرف روانہ ہو چکے تھے تو آپ بھی بدر کی طرف چلے گئے۔ بدر کے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ اسلام قبول کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنیؓ کے دور میں فوت ہوئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ۴/۹۸)

### ۶۵...... خبیب ابن عدی ابن مالک الانصاری الاوسیؓ

آپ بدر میں شامل ہوئے۔ سرور دو عالم ﷺ نے انہیں عاصم بن ثابت کی امارت میں ایک سریہ میں بھیجا تو مشرکین انہیں اور زید بن دثنہ کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں بیچ دیا۔ بنو حارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیبؓ کو خریدا۔ آپ نے ہی غزوہ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ جب حضرت خبیبؓ کو اپنے قتل کا پروگرام معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا قتل سے پہلے مجھے چار رکعتیں پڑھنے دو تو آپ کو اجازت دی گئی۔ آپ نے چار رکعتیں ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ خبیبؓ موت سے ڈر گیا ہے تو میں نماز کو اور لمبا کر دیتا۔ تو ابو سروعہ عقبۃ الحارث کھڑا ہوا اور آپ کو شہید کر دیا۔ یہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے نماز پڑھنے کی ابتداء کی۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہیں اللہ کے دین کی وجہ سے پھانسی دی گئی۔ (الاستیعاب ۲/۴۴۰)

### ۶۶...... خراش بن صمۃ بن عمرو الخزرجی الانصاریؓ

ابن اسحاق نے انہیں شرکائے بدر میں ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی ابن کلبی اور ابو عبیدہ نے بھی موخر الذکر دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس غزوہ بدر میں دو گھوڑے تھے۔ انہیں گیارہ زخم آئے۔ آپ بڑے تیر انداز تھے۔

(سیرت ابن ہشام ۲/۳۵۴)

### ۶۷...... ابو خزیمہ بن اوس ابن زید الخزرجیؓ

آپ کی والدہ محترمہ کا نام عمرۃ بنت مسعود بن قیس تھا۔ آپ غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ نیز آپ مسعود الانصاریؓ کے بھائی تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۵۹)

آباد ہونے کے بعد وہاں تشریف لے آئے۔ ۳۷ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔ صحابہ کرامؓ میں پہلے صحابی ہیں جو کوفہ میں مدفون ہوئے۔ بخاری، مسلم میں آپ سے ۱۳۲ احادیث منقول ہیں۔ (الاستعاب ۲/ ۴۳۷)

## ۶۳ ...... خباب ابن عتبہ بن غزوان القرشی النوفلیؓ

صحیح یہ ہے کہ خباب عتبہ کے غلام تھے۔ کنیت ابو یحییٰ تھی۔ آپ بدر، احد اور اس کے بعد کے غزوات میں اپنے آقا عتبہ سمیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ خباب بنو نوفل ابن عبد مناف کے حلیف تھے۔ سرور دو عالم ﷺ نے ان کی مؤاخات خراش بن سمہ کے غلام تمیم کے ساتھ فرمائی۔ ۱۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ ۲/ ۱۴۵)

## ۶۴ ...... خبیب ابن اساف بن عتبہ الخزرجیؓ

بعض حضرات نے فرمایا خبیب ابن یساف الانصاری نام تھا۔ غزوہ بدر، احد، میں شامل ہوئے۔ آپ مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے۔ یہاں تک کہ سرور دو عالم ﷺ بدر کی طرف روانہ ہو چکے تھے تو آپ بھی بدر کی طرف چلے گئے۔ بدر کے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ اسلام قبول کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنیؓ کے دور میں فوت ہوئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ۴/ ۹۸)

## ۶۵ ...... خبیب ابن عدی ابن مالک الانصاری الاوسیؓ

آپ بدر میں شامل ہوئے۔ سرور دو عالم ﷺ نے انہیں عاصم بن ثابت کی امارت میں ایک سریہ میں بھیجا تو مشرکین انہیں اور زید بن دثنہ کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں بیچ دیا۔ بنو حارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیبؓ کو خریدا۔ آپ نے ہی غزوہ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ جب حضرت خبیبؓ کو اپنے قتل کا پروگرام معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا قتل سے پہلے مجھے چار رکعتیں پڑھنے دو تو آپ کو اجازت دی گئی۔ آپ نے چار رکعتیں ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ خبیبؓ موت سے ڈر گیا ہے تو میں نماز کو اور لمبا کر دیتا۔ تو ابو سرعہ عقبۃ الحارث کھڑا ہوا اور آپ کو شہید کر دیا۔ یہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے نماز پڑھنے کی ابتداء کی۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہیں اللہ کے دین کی وجہ سے پھانسی دی گئی۔ (الاستیعاب ۲/ ۴۴۰)

## ۶۶ ...... خراش بن صمۃ بن عمرو الخزرجی الانصاریؓ

ابن اسحاق نے انہیں شرکائے بدر میں ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی ابن کلبی اور ابو عبیدہ نے بھی موخر الذکر دونوں بزرگ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس غزوہ بدر میں دو گھوڑے تھے۔ انہیں گیارہ زخم آئے۔ آپ بڑے تیر انداز تھے۔

(سیرت ابن ہشام ۲/ ۳۵۴)

## ۶۷ ...... ابو خزیمہ بن اوس ابن زید الخزرجیؓ

آپ کی والدہ محترمہ کا نام عمرۃ بنت مسعود بن قیس تھا۔ آپ غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ نیز آپ مسعود الانصاریؓ کے بھائی تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/ ۳۵۹)

# انقلاب

جناب محمد اسلم شیخوپوری

باطل ہمیشہ حق کے مقابل رہا اور اس نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر ظلم وستم کا بازار گرم رکھا۔ مگر آنحضرت ﷺ اور آپ کے جاں نثار رفقاء پر حق کی پاداش میں جو مظالم ڈھائے گئے ان کی داستان بہت طویل اور دردناک ہے۔ اسی داستان کی ایک ہلکی سی جھلک:

قریش مکہ نے پہلے پہل تو دعوت اسلامی کی گہرائی وگیرائی کو محسوس ہی نہیں کیا۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ یہ وقتی ابال اور عارضی جوش وخروش ہے۔ آباؤاجداد کے مذہب کو چھوڑ کر اس نئی اور بالکل انوکھی سی آواز پر کون کان دھرے گا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حلقۂ دعوت روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے اور تمام سنجیدہ وفہمیدہ افراد بالخصوص نوجوان طبقہ کے ذہن اس پروگرام کو اپیل کررہے ہیں اور صورتحال ان کے اختیار سے باہر ہوتی جارہی ہے تو اوّلاً انہوں نے فہمائش اور تحریص وترغیب کا حربہ آزمایا پھر معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ بھی کیا۔ یہ سوشل بائیکاٹ دوچار دن کی بات نہ تھی بلکہ مسلسل تین سال تک بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کا مقاطعہ جاری رکھا۔

ابوطالب ان لوگوں کو ساتھ لے کر گھاٹی یا وادی میں محصور رہا۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ یہاں تک کہ سامان معاش ختم ہوگیا اور ببول کے پتے کھا کر گزارا کرنے کی نوبت آگئی۔ جب مکہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا اور شعب ابوطالب کے محصورین میں سے کچھ لوگ خوراک کا سامان خریدنے کے لئے اس کے پاس جاتے تو ابولہب تاجروں سے پکار کر کہتا کہ ان سے اتنی قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں۔ تمہیں جو بھی خسارا ہوگا اس خسارے کو میں پورا کردوں گا۔ چنانچہ وہ بے تحاشہ قیمت طلب کرتے اور خریدار بے چارہ اپنے بھوک سے تڑپتے ہوئے بچوں کے پاس خالی ہاتھ پلٹ جاتا تھا۔ خالی شکم ماؤں کی چھاتیاں خشک ہوگئیں۔ بچوں کی گریہ وزاری دیکھی نہ جاتی تھی۔ مگر ظالم اس نالہ وشیون پر تالیاں پیٹتے تھے اور اظہار مسرت کرتے تھے۔

بالآخر قریش کے چند حوصلہ مند، عالی ظرف اور دردِ دل رکھنے والے اشخاص نے کوشش کرکے یہ معاہدہ منسوخ کرادیا۔ جب قریش کا یہ حربہ بھی موثر ثابت نہ ہوا تو وہ انتہائی گھٹیا اور چھچھوری حرکات پر اتر آئے، آپ ﷺ کے صاحبزادوں قاسمؓ اور عبداللہؓ کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوگیا تو قریش نے زخم خوردہ باپ کا دل دکھانے کے لئے خوشیاں منائیں۔ آپ ﷺ کی دو بیٹیوں، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ کو طلاق ...... دلوادی۔ حضرت زینبؓ کو بھی طلاق دلوانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کے شوہر تیار نہ ہوئے۔

آپ ﷺ دعوت دیتے کہ: لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، فلاح پاؤ گے۔ ابولہب تعاقب کرتا اور سنگ باری کرتا اور کہتا: ”اس کی بات نہ مانو“

ابولہب آپ ﷺ کا ہمسایہ تھا اور اس ہمسائیگی کا صلہ وہ یہ دیتا کہ آپ ﷺ کبھی نماز پڑھ رہے ہوتے تو

اوپر سے بکری کا اوجھ آپ ﷺ پر پھینک دیتا۔ کبھی صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر پھینک دیتا۔ اس کی بیوی ام جمیل راستے میں کانٹے بکھیر دیتی۔ جب قریش کی یہ تدبیریں کارگر ثابت نہ ہوئیں تو انہوں نے ثقافتی حربہ آزمایا۔ یوں تو تجویز بنوعبدالدار کے نضر بن حارث بن کلدہ نے پیش کی۔ لیکن اسے متفقہ طور پر تمام قریش نے منظور کرلیا۔ تجویز یہ تھی کہ عجم سے رستم واسفندیار کے دلچسپ وپرکشش قصے لاکر لوگوں میں پھیلا دیئے جائیں تاکہ لوگ قرآن کی بجائے ان میں دلچسپی لینے لگیں اور قرآن کے فسوں کا توڑ کیا جاسکے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بلکہ نضر بن حارث نے تو اس مقصد کے لئے خوش آواز وخوش رو لونڈیاں بھی خرید لی تھیں۔ جس کسی کے متعلق اسے علم ہوتا کہ وہ اسلامی پروگرام میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس پر اپنی کوئی لونڈی مسلط کردیتا اور اس سے کہتا کہ اسے اپنی طرف مائل کر، اس کا دل لبھا، کھلا پلا اور گانا سنا۔ تاکہ تیری محبت اسے اس دین جدید سے ہٹادے۔ مگر ہزار کوشش کے باوجود ان کا یہ ثقافتی حربہ بھی مؤثر ثابت نہ ہوا تو خدا کے سچے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جھوٹے معبودوں کے پرستاروں نے جھوٹ کی ایک مسلسل مہم چلائی۔ آپ ﷺ کو کاہن، ساحر، مجنون، شاعر اور نامعلوم کیا کچھ مشہور کیا گیا۔ مگر اس پروپیگنڈے کا الٹا اثر ہوا اور عام لوگوں میں بالعموم اور مکہ کے آس پاس کی آبادیوں میں بالخصوص آپ ﷺ کے متعلق جستجو اور تحقیق وتفتیش کا ایک بہت عظیم داعیہ پیدا ہوگیا تھا۔

قریش کا ترکش جب تمام معاندانہ تدابیر سے خالی ہوگیا تو وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ ان کے غضب کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ وہ درندگی اور سفاکی کے زندہ پیکر بن گئے۔ سب سے زیادہ ہولناک مظالم کا نشانہ غلاموں اور لونڈیوں کو بنایا گیا۔ یوں بھی سرور کائنات ﷺ پر ایمان لانے والے اکثر وبیشتر کمزور لوگوں کے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ امراء ورؤسا اور صاحب ثروت افراد نے بہت کم آپ کا ساتھ دیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ حضرت عمارؓ کو مکہ کی تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر سزا دی جاتی۔ یہاں تک کہ پیٹھ داغ داغ ہوگئی۔ مشرکین نے ان کو آگ کے انگاروں سے بھی داغا، آنحضرت ﷺ سے اپنے صحابی کی مظلومیت دیکھی نہ جاتی تھی۔ بے ساختہ انتہائی سوز وکرب کے ساتھ دعا فرمائی کہ: ”اے آگ عمارؓ پر اس طرح ٹھنڈی ہوجا جس طرح تو ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوئی تھی۔“

ان کے والد حضرت یاسرؓ پر بے پناہ جبر وتشدد کیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ عذاب کی سختیوں کی تاب نہ لاکر شہید ہوگئے۔ حضرت عمارؓ کی بوڑھی والدہ حضرت سمیہؓ بھی ان سفاکوں کی تعدی وجفا سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ بعض روایات کے بموجب ان کے ہاتھ پاؤں دو اونٹوں سے باندھ کر انہیں مخالف سمت دوڑا دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے جسم کے پرخچے اڑ گئے۔

حضرت خباب بن الارت کو دہکتی ہوئی آگ پر لٹا کر سینے پر ایک شخص کو کھڑا کردیا گیا اور وہ آگ پیٹھ کی چربی پگھلنے پر بجھی۔ حضرت بلال حبشیؓ کو ان کے آقا امیہ تپتی ہوئی دوپہر میں باہر لاتے اور پیٹھ کے بل لٹاتے، پھر حکم دیتے کہ ایک بہت بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھا جائے۔ لیکن وہ اس سخت ابتلاء وآزمائش میں بھی توحید سے باز نہ آتے اور کہتے: ”احد، احد“ وہ ایک ہے، وہ ایک ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر مکہ کے بہت خوش پوشاک نوجوان تھے اور بڑے ناز ونعم میں پلے تھے۔ وہ اپنے والدین کے بڑے لاڈلے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی تنگ حالی اور پھٹے ہوئے لباس کو دیکھ کر آنحضور ﷺ کی آنکھیں تر ہوگئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے مکہ میں مصعب بن عمیرؓ سے زیادہ خوش وضع وخوبرو جامہ زیب اور ان سے زیادہ ناز پروردہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔''

ان کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں قید کر دیا گیا۔ تمام آسائشیں چھین لی گئیں اور فاقہ کشی پر مجبور کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حالات سے دل برداشتہ ہو کر تحفظ ایمان کی خاطر حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ یہ ظلم وستم اور جور وجفا، صرف غریبوں، کمزوروں، غلاموں اور لونڈیوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ایمان قبول کرنے والے معززین، تجار، اصحاب ثروت اور خاندانی شرفاء بھی اس سے محفوظ و مامون نہ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ جیسے معزز انسان کو نوفل بن خویلد نے پکڑ کر حضرت طلحہؓ کے ساتھ باندھ دیا۔

ایک دن حضرت ابوبکرؓ ایک مجمع میں تبلیغ کی نیت سے کھڑے ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دینی شروع کی تو مشرکین غیظ وغضب کے عالم میں ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو بہت زیادہ زدوکوب کیا۔ عتبہ بن ربیعہ ان کے چہرہ پر اس طرح مارتا رہا کہ بعد میں ان کے چہرے کے خدوخال پہچانے نہ جاتے تھے۔ بنوتیم حضرت ابوبکرؓ کو اس حالت میں اٹھا کر لے گئے کہ ان کو ان کی موت میں کوئی شبہ نہ تھا۔

جب حضرت عثمان بن عفانؓ اسلام لائے تو ان کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے ان کو خوب مضبوطی سے باندھ دیا اور اس کے بعد کہا کہ کیا تم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کر رہے ہو۔ خدا کی قسم تم کو اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک تم اپنے اس دین کو نہ چھوڑ دو گے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ واللہ میں بھی اس کو نہ چھوڑوں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حرم میں کلام پاک کی تلاوت کرنے پر اتنا مارا پیٹا گیا کہ ان کا چہرہ سوج گیا۔

یوں تو یہ ظلم وستم اصحاب کرامؓ پر کیا جارہا تھا لیکن حقیقت میں یہ سارے حربے آنحضور ﷺ ہی کو ستانے اور اپنے موقف سے ہٹانے کے لئے اختیار کئے جارہے تھے۔ وہ رؤف وکریم انسان جو حیوانوں اور پرندوں سے زیادتی اور اذیت دہی کا معاملہ نہ دیکھ سکتا تھا اس کے قلب وجگر پر کیا گزرتی ہوگی۔ جب اسے خبر ملتی ہوگی کہ اس کے عاشق زار ابوبکرؓ کو زدوکوب کر کے بے ہوش کر دیا گیا۔ خبابؓ کو انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ زمین کی دہکتی چھاتی پر لٹا کر بلالؓ کے سینہ پر بھاری بھرکم پتھر رکھ دیا گیا، بوڑھی سمیہؓ کے پرخچے اڑا دیئے گئے۔ یاسرؓ واصل بحق ہو گئے۔ ان ہولناک مظالم کی خبروں سے رحمت العالمین ﷺ کو یقیناً بے پناہ دکھ اور صدمہ ہوتا ہوگا۔ لیکن حکم یہ تھا کہ عفو ودرگزر سے کام لیا جائے۔ صبر وتحمل وبرداشت کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ہاتھ باندھ کر رکھے جائیں۔ آنحضور ﷺ نے اپنے ستم رسیدہ اور جفا چشیدہ اصحابؓ کو بار بار صبر اور عفو ودرگزر ہی کی تلقین کی اور انہیں انبیاء سابقین کے پیروکاروں کی مظلومیت وجفاکشی کے واقعات سنا سنا کر تسلی دی۔

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں ہم مشرکین کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے تھے ایک روز میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کعبہ کی دیوار کے سائے میں تشریف رکھتے ہیں، میں نے حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا

رسول اللہ! اب تو ظلم کی حد ہوگئی ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا نہیں فرماتے۔'' یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک تمتما اٹھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو اہل ایمان گزرے ہیں ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی کو گڑھا کھود کر بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور کسی کے جوڑوں پر لوہے کے کنگھے گھسے جاتے تھے تاکہ وہ ایمان سے باز آجائے۔ پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔ یقین جانو کہ اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا جب ایک شخص صنعاء سے لے کر حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ مگر تم لوگ بہت جلد بازی کرتے ہو۔ مسلمانوں کے مسلسل صبر و استقامت اور تحمل و برداشت کے متعدد مثبت نتائج برآمد ہوئے۔''

اوّل...... یہ کہ مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز و فرق آسان ہوگیا۔

دوم...... یہ کہ مصائب و شدائد کی بھٹی سے گزرنے والا خام کندن بن گیا۔ اس کی سیرت و کردار میں پہاڑوں کی سی پختگی و مضبوطی آگئی۔

سوم...... یہ کہ مشرکوں کے موقف کی بے ثباتی اور بطلان کھل کر سامنے آگیا۔ ذرا سی بصیرت رکھنے والا ہر فرد بخوبی سمجھ گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مضبوط دلائل و براہین کا کوئی حقیقت پسندانہ جواب ان کے پاس نہیں ہے۔ اسی لئے یہ لوگ دلیل کا جواب دلیل سے دینے کے بجائے جور و جفا پر اتر آئے ہیں اور یہ چیز آپ ﷺ کے پروگرام کے علمی اور برہانی غلبہ کی واضح دلیل تھی۔

چہارم...... یہ کہ معاشرہ کی بڑی مگر خاموش اکثریت اس درندگی اور بہیمیت کو دیکھ کر مسلمانوں کی ہمدرد بن گئی۔ وہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ آخر انہیں کیوں ستایا جارہا ہے؟ ان کا آخر قصور کیا ہے؟ کون سے سنگین جرم کا ارتکاب انہوں نے کیا ہے؟ ان کا جرم بس یہی تو ہے کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں، مگر یہ تو کوئی جرم نہیں، یوں عام فضا مسلمانوں کے حق میں ہموار ہوگئی اور ان کو سوسائٹی کے فہیم عناصر کی ہمدردیاں حاصل ہوگئیں۔

---

## مولانا عبدالغنی چشتی کا وصال

حاجی پور تحصیل جام پور ضلع راجن پور کی جامع مسجد کے خطیب اور مدرسہ دارالعلوم صدیقیہ حاجی پور کے مہتمم مولانا عبدالغنی چشتی مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء صبح آٹھ بجے دل کے دورہ سے جان بحق ہوگئے۔ موصوف، حضرت مولانا غلام محمد چشتی بانی مدرسہ قاسم العلوم مسجد پیارے والی ڈیرہ غازیخان شہر کے صاحبزادے تھے۔ مولانا عبدالغنی جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ انہوں نے حاجی پور کی اپنی مسجد کی تعمیر جدید کا سنگ بنیاد حضرت مولانا فضل الرحمن سے رکھوایا تھا۔ آپ کو دل کی تکلیف ہوئی۔ حاجی پور سے ملتان لایا گیا۔ ہسپتال کے دروازہ پر انتقال فرماگئے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ آمین!

# خطبہ صدارت ...... حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

## بموقع اجلاس تاسیسی مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۲۰ء

مولانا محمد عابد مدنی مدظلہ

### پس منظر

برطانیہ نے بیسویں صدی کے شروع میں خلافت عثمانیہ ترکی کو کمزور اور پھر ختم کرنے کی خوفناک سازشیں شروع کردی تھیں۔ جب اس کے آثار بدظاہر ہونا شروع ہوئے تو متحدہ ہندوستان میں خلافت کی حمایت میں تحریک خلافت اور اس کو مؤثر بنانے کے لئے انگریزوں کے خلاف تحریک ترک موالات شروع ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ جون ۱۹۲۰ء میں جب مالٹا کی اسارت سے رہا ہوکر ہندوستان پہنچے تو آپ نے اس تحریک کی حمایت میں فتویٰ دیا۔ فتویٰ نقش حیات جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶۷ پر ہے۔ انہی ایام میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کی تحریک پر خلافت کمیٹی نے آپ کو ''شیخ الہند'' کا خطاب دیا۔ ماشاءاللہ اس کے بعد تو یہ مبارک لقب آپ کی پہچان ہی بن گیا۔

سرسید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اس وقت انگریزوں کی مکمل حمایت میں تھی۔ مگر اسی یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ہمنواؤں کی قیادت میں ایک طبقہ انگریز کی غلامی سے بیزار تھا۔ اس نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی اعلیٰ قیادت سے حضرت شیخ الہندؒ کے فتویٰ کی بنیاد پر تحریک ترک موالات کی حمایت کا مطالبہ کیا۔ مگر فرنگی کی پروردہ یونیورسٹی کی انتظامیہ نے اس کا انکار کردیا۔ یہ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ مولانا جوہر کی قیادت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس انگریز دشمن طبقہ نے انگریز کے اثرات سے پاک متوازی طور پر ''مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ'' کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے تاسیسی اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کو دعوت دی۔ آپ نے باوجود علالت ونقاہت کے یہ کہہ کر دعوت قبول فرمائی کہ: ''اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسے میں ضرور شریک ہوں گا۔'' چنانچہ آپ علی گڑھ تشریف لے گئے اور صدارت فرمائی۔ خطبۂ صدارت آپ کی طرف سے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھا۔ حضرت شیخ الہندؒ اس کے بعد علی گڑھ سے دہلی تشریف لے گئے اور ایک ماہ بعد دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! واضح ہو کہ اس نئی مسلم نیشنل یونیورسٹی کے چانسلر حکیم محمد اجمل خانؒ اور وائس چانسلر مولانا محمد علی جوہرؒ بنائے گئے۔ بعد میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اس کا نام ''جامعہ ملیہ اسلامیہ'' تجویز کیا۔ اور پھر یہ اسی نام ہی سے معروف ومشہور ہوئی۔ اسی مناسبت سے بہت سے مقامات پر حضرت شیخ الہندؒ کے ذیل کے خطبۂ صدارت کی نسبت جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاسیس کی طرف کردی گئی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں یہ نئی یونیورسٹی، علی گڑھ سے دہلی منتقل ہوگئی۔

یہ تفصیل ہم نے اس لئے ذکر کی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کا نام آتے ہی ذہن فوراً سرسید کی قائم کردہ یونیورسٹی

کی جانب جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ کہ حضرت شیخ الہندؒ کی میزبان بھی سرسید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھی۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ حضرت شیخ الہندؒ تو سرسید یونیورسٹی کے باغیوں کی سرپرستی اور ان کی نئی یونیورسٹی کی تاسیس کے لئے گئے تھے اور یہی لوگ حضرت کے میزبان تھے۔ لیکن بہر حال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نئی مسلم نیشنل یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ جو طبقہ تھا وہ بھی اصلاً سرسید یونیورسٹی علی گڑھ ہی سے تھا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت شیخ الہندؒ نے جذبۂ حریت وسیاست شرعیہ کے اعتبار سے دیوبند اور علی گڑھ میں سیاسی قبلہ کی وحدت پیدا کر دی تھی۔ جس کے نتیجہ میں جدید طبقہ کی ایک تعداد نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور علماء کے قرب کی وجہ سے بہت سے ''مسٹر'' ''مولانا'' بن گئے۔ تفصیل علماء حق جلد اول اور نقش حیات جلد دوم کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

یہ خطبۂ صدارت علمائے حق جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۳ پر ہے۔ واضح رہے کہ کتاب ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' کی پانچویں وچھٹی جلد ہی ''علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ودوم'' سے معروف ہے۔ قارئین محسوس کریں گے کہ آج تقریباً صدی بعد بھی حضرت شیخ الہندؒ کے ارشادات مخلصین کے لئے رہبر ورا ہنما ہیں کہ باطل کی سرکوبی اور حق کی سربلندی کے لئے اخلاص وتقویٰ کے ساتھ اجتماعیت، شجاعت وحکمت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

محمد عابد عفی عنہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

حامداً ومصلیاً: اما بعد! جلسوں کی عام روش کا اقتضا یہ ہے کہ میں سب سے پہلے اس عزت صدارت پر، جو ایک نہایت ہی سرفروشانہ ایثار وشجاعانہ جدوجہد کرنے والی جماعت کی طرف سے مجھ کو مرحمت ہوئی ہے، شکرگزاری اور منت پذیری کا اظہار کروں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ شکریہ چند وقیع اور شاندار الفاظ سے ادا نہیں ہوسکتا اور نہ مجھ کو محض رسمی اور مصنوعی ممنونیت کی نمائش اس بھاری ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش کر سکتی ہے جو فی الحقیقت آپ نے اس عزت افزائی کے ضمن میں مجھ پر عائد کی ہے، دوچار پھڑکتے ہوئے جملے بلاشبہ عارضی طور پر مجلس کو محظوظ کر سکتے ہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میری قوم اس وقت فصاحت وبلاغت کی بھوکی نہیں ہے اور نہ اس قسم کی عارضی مسرتوں سے اس کے درد کا اصلی درمان ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے ایک قائم ودائم جوش کی، نہایت صابرانہ ثبات قدم کی، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریق عمل کی اور اپنے نفس پر پورا قابو پانے کی۔ غرض ایک پختہ کار بلند خیال اور ذی ہوش محمدی بننے کی۔

میں ہرگز آپ کے لیکچراروں اور فصیح اللسان تقریر کرنے والوں کی تحقیر نہیں کرتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو چیز سوئے ہوئے دلوں کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اور زمانہ کی ''ہوا'' میں اول تموج پیدا کرتی ہے وہ یہی دعوت حق کا غلغلہ ڈالنے والی زبان ہے، ہاں اس قدر گزارش کرتا ہوں کہ تاوقتیکہ متکلم اور مخاطب کے دل میں سعی جمیلہ کا سچا جذبہ، اس کے اخلاق میں شجاعانہ استقامت وایثار، اس کے جوارح میں قوت عمل، اس کے ارادوں میں پختگی اور چستی نہ ہو، محض پرجوش تقریریں کسی ایسے کٹھن اور بلند پایہ مقصد میں آپ کو کامیاب نہیں کر سکتیں۔

وَ کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادِ وَ دُوْنَهَا — قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ حُتُوْفُ

اے حضرات! آپ خوب جانتے ہیں کہ جس وادی پُر خار کو آپ برہنہ پا ہو کر قطع کرنا چاہتے ہیں وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ہے، قدم قدم پر وہاں صعوبتوں کا سامنا ہے، طرح طرح کی بدنی، مالی اور جانی مکروہات آپ کے دامنِ استقلال کو الجھانا چاہتے ہیں لیکن حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ کے قائل کو اگر آپ خدا کا سچا رسول مانتے ہیں (اور ضرور مانتے ہیں) تو یقین رکھیے! کہ جس صحرائے پُر خار میں آپ گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ پر جنت کا دروازہ بہت ہی نزدیک ہے۔

کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب و آلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلا ہے اور اعلیٰ تمناؤں کا چہرہ سخت سے سخت صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (سورۃ البقرہ: ۲۱۴)

کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت میں جا گھسو گے اور تمہیں اس طرح کے حالات پیش نہ آئیں گے جو کہ تم سے پہلے لوگوں کو پیش آئے؟ ان کو سختیاں اور اذیتیں پہنچیں اور وہ اس قدر جھنجھوڑے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مومنین بول اٹھے کہ خدا کی مدد کہاں ہے؟ یاد رکھو کہ خدا کی مدد نزدیک ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۃ آل عمران: ۱۴۲)

کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے بدوں (بغیر) اس کے کہ اللہ جانچ کرے تم میں سے مجاہدین اور صابرین کی؟۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے: الٓمّٓ ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۞ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (سورۃ العنکبوت: ۳،۱)

کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ محض آمنا کہنے پر وہ چھوڑ دیے جائیں گے؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی ہے تو ضرور ہے کہ اللہ پرکھے گا، سچے اور جھوٹے لوگوں کو۔

یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی سنت مستمرہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی و تغیر کو راہ نہیں، کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستے پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان و آزمائش کی کسوٹی پر نہ کسا گیا ہو، خدا کے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر جن سے زیادہ خدا کا پیار کسی پر نہیں ہو سکتا، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے، بیشک ان کو مظفر و منصور کیا گیا، مگر کب سخت ابتلا اور زلزال شدید کے بعد۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ:

حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (سورۃ یوسف: ۱۱۰)

پس اے فرزندان توحید! میں چاہتا ہوں کہ آپ انبیاء و مرسلین اوران کے وارثوں کے راستہ پر چلیں اور جو لڑائی اس وقت شیطان کی ذریت اور خدائے قدوس کے لشکروں میں ہو رہی ہے اس میں ہمت نہ ہاریں اور یاد رکھیں کہ شیطان کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلعے خداوند قدیر کی امداد کے سامنے تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا (سورۃ نساء:٧٦)

ایماندار تو خدا کے راستے میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کے راستہ میں پس تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو بلاشبہ شیطان کی فریب کاری محض لچر پوچ ہے۔

میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت و نقاہت کی حالت میں (جس کو آپ خود مشاہدہ فرما رہے ہیں) آپ کی دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع (حضرت شیخ الہندؒ ”گم شدہ متاع“ سے مراد شجاعت وجذبہ حریت اور سیاسی شعور کی بیداری تھی۔ دراصل آپ مسلمانوں میں خصوصاً صلحاء وعلماء میں اعمال صالحہ کے ساتھ جذبۂ حریت کی سرشاری بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (م ح)) کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا! اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ، ان کے دلوں پر خوف وہراس مسلط ہو جاتا ہے خدا کا نہیں، بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اوران کے سامان حرب وضرب کا۔

حالانکہ ان کو تو سب سے زیادہ جاننا چاہیے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اور اس کا قاہرانہ انتقام ہے اور دنیا کی متاع قلیل خدا کی رحمتوں اور اس کے انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، چنانچہ اس قسم کے مضمون کی طرف حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ○ اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ○ (النساء:٧٧)

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو یکا یک ان میں ایک فریق ڈرنے لگا، آدمیوں سے، خدا کے برابر یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگا کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا اور کیوں تھوڑی مدت ہم کو اور مہلت نہ دی؟ کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لئے بہتر ہے، جس نے تقویٰ اختیار کیا اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، جہاں کہیں بھی تم ہو موت تم کو آ دبائے گی، اگرچہ تم نہایت مستحکم قلعوں میں ہو۔

اے نونہالان وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس سے میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں) مدرسوں، خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ (اس لئے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے ان لوگوں کی ''علی برادران'' کی قیادت میں تحریک خلافت میں جانثاری ملاحظہ فرمائی تھی۔) ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اسی طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا، کچھ بعید نہیں کہ بہت سے نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر نکتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں، لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں بظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں زیادہ علی گڑھ (اس لئے کہ علی گڑھ کے ان لوگوں نے انگریز کے تسلط سے آزاد یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور تحریک ترک موالات میں حصہ لیا) میری طرف آیا ہے۔

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند گل آدم بسر شتند و بہ پیمانہ زدند
ساکنان حرم سرّ عفاف ملکوت بہ امن راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند
شکر ایزد کہ میان من واو صلح فتاد حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند
جنگ ہفتاد و دوملت ہمہ را عذر بنہ چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، ہاں یہ بے شک کہا گیا کہ اگر انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا ''حکومت وقتیہ'' کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے، اب ازراہ نوازش آپ ہی انصاف کیجیے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثر بد سے۔ اور کیا یہ وہی بات نہیں جس کو آج مسٹر گاندھی اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ ''ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھی، صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو'' باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری قوم کے نوجوانوں کو توفیق دی ہے کہ وہ اپنے نفع وضرر کا موازنہ کریں اور دودھ میں جو زہر ملا ہوا ہے اس کو کسی ''بھبکے'' کے ذریعہ سے علیحدہ کرلیں، آج ہم وہی بھبکا نصب کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اور آپ نے مجھ سے پہلے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ ''بھبکا'' ''مسلم نیشنل یونیورسٹی'' ہے۔

مطلق تعلیم کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت اب میری قوم کو نہ رہی کیونکہ زمانے نے خوب بتلادیا ہے کہ تعلیم سے ہی بلند خیالی اور تدبر اور ہوش مندی کے پودے نشوونما پاتے ہیں اور اس کی روشنی میں آدمی نجاح وفلاح کے راستے پر چل سکتا ہے، ہاں ضرورت اس کی ہے کہ وہ تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے بالکل آزاد ہو.................. کیا باعتبار عقائد وخیالات کے اور کیا باعتبار اخلاق واعمال کے اور کیا باعتبار اوضاع واطوار کے (ان سب میں) ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔

ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں پر غلام پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہیے بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے بیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسۂ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں رکھی گئی ہے تو اس دن علماء نے جمع ہو کر علم کا ماتم کیا تھا کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لئے پڑھا جائے گا.......... تو کیا آپ ایک ایسی یونیورسٹی (یہ اشارہ ہے سرسید یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف) سے فلاح قومی کی امید رکھ سکتے ہیں جس کی امداد اور نظام میں بڑا زبردست ہاتھ ایک غیر اسلامی حکومت کا ہو۔

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ، تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا ہے.......... بلاشبہ مسلمانوں کی درسگاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو، اگر طلباء اپنے اصول وفروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنے ہم قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ پر رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے اس لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ایک آزاد یونیورسٹی (مراد مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ہے، جو بعد میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تبدیل ہوگئی) کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔

مجھے ان لیڈروں سے زیادہ ان نونہالانِ وطن کی ہمتِ بلند پر آفرین اور شاباش کہنا چاہیے جنہوں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لئے اپنی ہزاروں امیدوں پر پانی پھیر دیا اور باوجود ہر قسم کے طمع اور خوف کے وہ "موالات نصاریٰ کے ترک" پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے اور اپنی عزیز زندگیوں کو ملت اور قوم کے نام پر وقف کردیا۔

شاید ترک موالات کے ذکر پر آپ اس مسئلہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہو جائیں اور ان عامۃ الورود سوالات اور شبہات کے دلدل میں پھنسنے لگیں جو اس بہت ہی اہم واعظم مسئلے کے متعلق آج کل عموماً زبان زد ہیں، اس لئے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ تھوڑا سا وقت مجھ کو اس تحریر کے سنانے کے لئے عنایت فرمائیں جو میں نے بعض مسائل دریافت کیے جانے پر دیوبند سے تیار کر کے بھیجی تھی۔ (تحریک ترک موالات کے متعلق حضرت اقدس شیخ الہند کا فتویٰ نقش حیات صفحہ ۲۷۶ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ جس کی تائید بعد میں پانچ سو علماء نے فرمائی تھی۔)

اب میری یہ التجا ہے کہ آپ سب حضرات بارگاہ رب العزت میں نہایت صدق دل سے دعا کریں کہ وہ ہماری قوم کو رسوا نہ کرے اور ہم کو کافروں کو تختہ مشق نہ بنائے اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین!

آپ کا خیراندیش.......... محمود عفی عنہ

۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

# اسلامی غیرت

مولانا محمد مالک کاندھلوی ؒ

برادران اسلام! یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ مسلمان کی زندگی میں سب سے زیادہ قیمتی چیز اس کا دین اسلام ہے۔ عزت وآبرو، جان ومال، خویش واقارب، آباؤ واولاد اور قبیلہ ووطن ان سب سے زیادہ عزیز تر چیز مسلمان کے واسطے صرف اسلام ہے۔ یہی وہ عزیز اور گرانقدر سرمایہ ہے جس کی خاطر ہمیشہ قوم مسلم نے ہر قسم کی جانی، مالی اور قلبی تکالیف اور اذیتوں کو برداشت کیا اور اسی بیش بہا متاع کی خاطر زندگی کی ہر محبوب چیز اور بڑی سے بڑی دولت کو قربان کردیا۔ اسی قیمتی خزانہ کی حفاظت میں مسلمان کے قدم نہ کوئی نفسانی شوق اور نہ کسی قسم کا خوف ڈگمگا سکا۔ خواہشات نفسانیہ اور حرص ولالچ کے جال مسلمان نے ہمیشہ تارتار کرکے پھینک ڈالے۔ شدائد ومصائب کے طوفان کے بالمقابل ایک مضبوط پہاڑ بن کر ڈٹا رہا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ رومی عیسائیوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے تو بادشاہ نے پہلے برنگ تبلیغ اپنا مذہب نصرانیت اختیار کرنے کی دعوت دی اور یہ کہا کہ اگر نصرانیت قبول کرلوگے تو اپنی لڑکی کا تم سے نکاح کردوں گا اور سلطنت کا بہت بڑا حصہ تم کو دوں گا۔ ابن حذافہ نے اس حرص وطمع کی پرفریب دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرادیا۔ افسوس مسلمان اور صحابہ کے بارہ میں تو ایسا تصور کرتا ہے۔ شاید تیرے دماغ میں خلل اور فتور ہے۔ بادشاہ نے اس ناکامی کے بعد دوسرا طریقہ استعمال کیا۔ کھانا بند کردیا اور طرح طرح سے ان کے قدم راہ حق سے بھٹکانے کی کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ظلم واستبداد کا یہ منظر ہیبت ناک بھی ان کے سامنے پیش کردیا کہ کھولتے ہوئے تیل میں مسلمان قیدیوں میں سے ایک قیدی کو ڈال دیا اور پھر کہا کہ اب بھی میری اس دعوت کو قبول کرلو ورنہ تمہارا یہی حشر ہوگا۔ فرمایا یہ ایک سودا اور باطل خیال جو تیرے دماغ میں بسا ہوا ہے اس کو اپنے دماغ سے نکال دے۔ یہ تو ہم مسلمانوں کا شعار ہے کہ اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کردینا اور آبدیدہ ہوئے۔ یہ جذبہ ظاہر کرتے ہوئے افسوس اس بات کا ہے۔ صرف یہ ایک جان ہے جس کو اسلام کی خاطر قربان کررہا ہوں۔ کاش میرے بدن کا ایک ایک رواں (بال) ایک جان ہوتا جس کو خدا کی راہ میں پیش کرتا۔

حضرات! یہ ایک مثال نہیں ہے بلکہ تاریخ اسلام اس قسم کی ہزاروں اور لاکھوں مثالوں سے درخشندہ ہے۔ (تاریخ ابن اثیر میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے)

ہمیں اس مرحلہ پر یہ سوچنا ہے کہ کوئی شخص ایسے لٹیرے اور غارت گر چور ڈاکو سے جو ان کی جان ومال پر حملہ کرنا چاہتا ہو یا اس کی عزت وناموس اور آبرو کو لوٹنا چاہتا ہو۔ عداوت اور بغض ونفرت کے جذبات سے اپنے قلب کو لبریز پاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک مسلمان خاموشی اور صبر وسکون سے ناموس اسلام اور اپنی ایمانی عزت وآبرو کو پامال ہوتا دیکھتا رہے۔ اس کے دین وایمان پر لوٹ وغارت گری ہوتی رہے اور اس کا دل بغض ونفرت کے

جذبات سے خالی رہے۔ یقیناً عیسائیوں کی مسلمانوں میں مسیحیت وعیسائیت کی تبلیغ مسلمانوں کو دین اسلام سے مرتد اور بے دین وکافر ہونے کی دعوت دینا ہے اور اسلام کی اس عزت وناموس کو لوٹنا ہے جس پر روئے زمین کے مسلمانوں کی عزت جان ومال اور سب کچھ قربان ہے۔ پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ جس تیزی کے ساتھ بڑھتی جارہی ہے وہ صاحب احساس مسلمان کے لئے نہایت ہی قابل تشویش چیز ہے۔ عیسائی پادری ہر مقام پر پہنچ کر سادہ لوح مسلمانوں کو بہکا کر دین اسلام کی نعمت سے محروم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مذہب سے واقفیت نہ رکھنے والوں کو طرح طرح سے طمع اور لالچ کے جال میں پھنسانے میں مصروف ہیں۔ دیہاتوں، سادہ لوح لوگوں کو گھی اور دودھ کے ڈبے تقسیم کر کے عیسائیت کا گرویدہ بنایا جارہا ہے۔ کہیں عیسائی عورتیں سرے بازار کھڑے ہوکر جب ان کے چاروں طرف اچھا خاصہ مجمع ہوتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل دیکھتی ہیں تو اپنے لٹریچر کے بنڈل نکال کر پمفلٹ تقسیم کرنے شروع کر دیتی ہیں۔ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ اسلام جیسے جامع اور کامل دین کے ہوتے ہوئے عیسائی مسیحیت کی تبلیغ میں منہمک ہیں۔ ان کو تو خود یہ چاہئے تھا کہ اسلام قبول کرتے۔ کیونکہ اسلام وہ مذہب ہے جس نے خدا کے ہر پیغمبر پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ مسلمان خدا کے فضل سے خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتا ہے۔ ہم صاف لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسیحیت کی تبلیغ جو عیسائی پادری کر رہے ہیں یقیناً حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی تعلیم نہیں ہے۔

بلکہ ان کا حکم اور تعلیم تو یہ ہے کہ تمام بنی اسرائیل آنے والے فارقلیط نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔ چنانچہ انجیل مقدس میں حضرت مسیح کا یہ فرمان ہے: ”اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ جب وہ وقوع میں آئے تم ایمان لاؤ۔“

(انجیل، یوحنا باب:۱۴، آیت:۲۹،۱۶)

بجائے اس کے کہ عیسائی مبلغین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتے اس کے برعکس مسلمانوں کو دین اسلام سے مرتد بنانے کے لئے میدان عمل میں نکل کھڑے ہوئے۔ کیا اس صورت میں ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کر کے بھی ان پر ایمان رکھنے والے ہو سکتے ہیں؟

مشنریوں کا دائرہ تبلیغ پورے ملک میں پھیلتا جارہا ہے اور نہایت آزادی کے ساتھ عیسائی مبلغوں کی قادر حکرانی ملک میں کارفرما ہے۔ مسیحی اداروں کے تبلیغی مراکز کی اسلام دشمنی ہی کچھ کم نہیں ہے۔ لیکن سب سے زیادہ خطرناک مرکز ان کے تعلیمی ادارے اور ہسپتال ہیں۔ آج یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مشنری اسکول وکالج عیسائیت کی تبلیغ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ نہ صرف اسی حد تک بلکہ جو فحاشی اور عیاشی کے اسباب ان اداروں میں نہایت آزادی کے ساتھ مہیا ہیں ان کے ہوتے ہوئے کبھی بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ نوجوانوں کے اخلاق برائیوں میں آلودہ ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

کچھ عرصہ ہوا اسلامیہ کالج پشاور سے ایک صاحب کا خط کسی پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے ایڈورڈ کالج پشاور میں مسیحی تبلیغ اور کالج میں بڑھتی ہوئی فحاشی اور عیاشی اور مخرب اخلاق چیزوں کی کچھ تفصیل لکھی تھی اور اس طرح کے واقعات بکثرت اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ سوچئے اور غور کیجئے جو بچے مسیحی معلموں اور مربیوں کی زیر نگرانی مسیحیت کی چار دیواری اور صلیبی اقتدار میں نشوونما پائیں گے اور انہی کی تعلیم وتربیت پر وہ پروان چڑھیں گے وہ کل کیا بنیں گے؟

وہ بچے جو اسکولوں میں صلیبی جھنڈیاں لہرائیں اور صلیبی بیج فروخت کریں ان میں کیا اسلام کی عظمت کا کوئی نشان باقی رہ سکتا ہے۔ کیا ان ننھے اور معصوم بچوں میں جن کو ہم نے صرف چند ظاہری اور نمائشی خوبیوں سے مرعوب ہوکر مسیحیت کی چہار دیواری میں صلیبی اقتدار کے زیر سایہ ایسے مسیحی معلموں کے سپرد کر دیا ہے جو دن رات ان کو اسلام اور قرآن کے بجائے مسیحیت اور خداوند یسوع مسیح کا سبق پڑھاتے ہوں اور کیا ان نوجوان طالب علموں میں جن کو نوجوان نیم عریاں طالبات کے ساتھ کالج کے منتظمین رقص کی مشق کراتے ہوں اسلامی اعمال واخلاق کا کوئی اثر باقی رہے گا اور کیا ان معصوم نونہالوں اور ان نوجوانوں جو ملک وملت کا عزیز ترین سرمایہ ہیں:'' کی زندگی کی شاخوں پر پھر اسلام کا کوئی پھل نظر آئے گا، نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ انسان کے قلب ودماغ پر حکمراں طاقت صرف تعلیم وتربیت ہے۔ وہی انسان کی زندگی کو اپنے رنگ میں رنگ دینے والی ایک قوت ہوتی ہے۔''

مان لیجئے! اگر یہ نسل نام کی مسیحی نہ بنے تو کم ازکم مسلمان بھی نہ رہے گی اور اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان نہ رہنا اور عیسائی بن جانا دونوں باتیں برابر ہیں۔ ایسی حالت میں اے مسلمانو! سوچو اور بتلاؤ کیا اسلامی غیرت اس بات کو گوارا کرتی ہے کہ اپنے نونہالوں کو اپنے ہاتھوں مسیحیت کدوں میں پھینک دو۔ تعلیمی اداروں کے علاوہ مسیحی اداروں نے اپنے تبلیغی توجہات کا ایک مرکز ہسپتالوں کو بنا رکھا ہے۔ امریکہ میں پادریوں کے ایک خاص طبقہ کو ابتدائی طبی تعلیم مریض کی نفسیات اور بیماریوں کے نفسیاتی اور جسمانی اسباب کی باضابطہ تعلیم دینے کا ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارہ کے فارغ التحصیل مشنریوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں بڑی کامیابی حاصل کی جو ۱۹۶۲ء کی روداد ریڈرز ڈائجسٹ میں تفصیلی مضمون کے ضمن میں شائع ہوئی تھی۔ چنانچہ پاکستان کے ہسپتالوں میں عیسائیت کی تبلیغ کا نہایت منظم اور وسیع پروگرام جاری ہے۔ دوپہر کے بعد جب مریضوں سے ملاقات کا وقت ہوتا ہے تو پادری صاحبان وارڈوں میں گھس جاتے ہیں اور ایسے افراد تلاش کر کے کہ جن کا کوئی ملاقاتی نہ ہو پہلے ان افراد سے جو مریض ہونے کی وجہ سے کمزور دل اور مغموم ہوتے ہیں ہمدردانہ گفتگو کرتے ہیں اور اپنے تعلق وخلوص کا جب اثر مریض پر محسوس کرتے ہیں تو اس وقت زبانی اور اپنے پمفلٹوں کے ذریعہ مسیحیت کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں۔

اے مسلمانو! ایمانی غیرت وحمیت کا یہ تقاضہ ہے کہ آپ کسی طرح بھی اپنے نونہالوں کو ان اداروں کے حوالہ نہ کریں جن کی تعلیم وتربیت ان کو اسلام سے بے تعلق بلکہ بیزار ومتنفر بنانے کے لئے ہے اور نہ آپ ایسے ہسپتالوں کا رخ کریں جن میں بظاہر دوا دی جارہی ہے۔ لیکن روح ایمانی کو ہلاک کرنے کے لئے اس دوا میں سم

قاتل ملا ہوا ہو۔ آپ کو چاہئے کہ اسی اسوۂ ابراہیمی علیہ السلام پر عمل پیرا ہوں جس کے اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا۔

”قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا براء منکم (الآیۃ)“ ﴿یقیناً تمہارے واسطے ایک بہترین نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں کی زندگی میں جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے یہ اعلان کردیا بے شک ہم تم لوگوں سے بری اور بیزار ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان بغض وعداوت ہمیشہ کے لئے ظاہر ہوچکی ہے۔﴾

حق تعالیٰ شانہ کے اس فرمان مبارک کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے شرعاً کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ عیسائی مشنری اسکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں سے کسی قسم کا اپنا تعلق باقی رکھیں۔ ہر مسلمان پر یہ ایک شرعی ودینی ذمہ داری ہے اور یہ بات یاد رکھیں کہ جو ذمہ داری ہر فرد پر عائد ہو، اس کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک کو مستعد ہو جانا چاہئے۔ ایسے کاموں میں اجتماعی اقدام کا انتظار یا حکماتی امداد کے لئے طالبانہ درخواستیں پیش کرنا کاہل اور تعطل کی راہوں کو پیدا کرتا ہے۔ اگر آج بالفرض ہماری تعلیم گاہوں میں ہسپتالوں میں کسی نوع کے قصور کا بہانہ ہم کو اس پر آمادہ کرتا ہے۔ ہم غیروں کی تعلیم وتربیت کے بل بوتے تعلیم یافتہ کہلائیں اور ان کی دی ہوئی دوا سے علاج معالجہ کریں یا ان کے خیراتی طور پر تقسیم کردہ دودھ، گھی کے ڈبوں پر اپنی زندگی گزاریں تو مجھ کو یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ایک آزاد قوم کے لئے اس سے زیادہ افسوسناک بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے تعلیمی اور طبی اداروں کو صحیح معیار پر لانے اور چلانے سے عاجز ہے۔

میں یہ بات بھی بہت واضح لفظوں میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ عیسائیوں کے یہ تبلیغی مراکز اور ان کے تعلیمی ادارے اور ہسپتال صرف مذہب ہی کے لئے خطرناک نہیں ہیں بلکہ ملک کے لئے بھی ان کی یہ آزادانہ تبلیغی جدوجہد نہایت مضر ہے۔ پاکستان کا بنیادی نظریہ اسلام ہے تو کیا حکومت کے واسطے یہ چیز قابل غور وفکر نہیں ہے کہ مسیحی تبلیغ نظریہ پاکستان کے مقابلہ میں ایک کھلم کھلا بغاوت ہے۔ اس کی سالمیت کو کمزور اور اس کی اسلامی عظمت کو جو بلاد اسلامیہ کے درمیان پاکستان کو حاصل ہے مٹانے کی ایک عظیم سازش ہے جو سرزمین صرف اسلام کے نام پر حاصل کی گئی وہاں غیر ملکی طاقتیں اس طرح اپنے اقتدار کا جال پھیلا کر ملک اور ملت کو ختم کرنے کا ناپاک ارادہ رکھیں۔ یقیناً یہ بات حکومت کے لئے بہت دور اندیشی کے ساتھ محتاج فکر ہے۔ لیکن تعجب اور حیرت ہے کہ قادر اقتدار بڑی آزادی کے ساتھ سرزمین پاکستان پر اپنا اقتدار جمائے ہوئے ہے اور عیسائی مشنریوں کو یہ ملک بہت سازگار ثابت ہورہا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا تھل کی نوآبادی میں چند مسلمان افسروں نے اپنے بچوں کو مشنری اسکولوں میں تعلیم دلانے کے بجائے لاہور کے ایک تعلیمی ادارہ کو تھل میں اپنی شاخ قائم کرنے کے لئے کہا۔ اس شاخ کے قائم ہوتے ہی مشنریوں نے اس کا سخت نوٹس لیا اور اس سکول میں تعلیم حاصل کرنے والی طالبات پر گمراہ کن تہمتیں اور اسی طرح اور شرانگیز سازشیں شروع کیں کہ یہ ادارہ بے بس ہوکر رہ گیا اور قادر اقتدار نے جس طرح چاہا ادارہ کے طلبہ واساتذہ کو ذلیل کیا اور ہم بس دیکھتے ہی رہے۔ گزشتہ دنوں جب حکومت نے مشنری اسکولوں کے مسلم طلبہ کے لئے سرکاری خرچ

پر اسلامی تعلیم دینے کا فیصلہ کیا تو آخر مشنری اداروں نے اپنے اقتدار کے نشہ میں اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے سے انکار کر دیا اور اگر کسی ادارہ نے اس پر عمل بھی کیا تو ایسے غلط انداز سے کہ اس کا الٹا اثر مرتب ہوا جو صورتحال باخبر حضرات سے مخفی نہیں، ہمیں یہ تلخ حقیقت کبھی فراموش نہ کرنی چاہئے کہ عیسائیت اور ان بیرونی مشنریوں نے ہماری زندگی کے تمام شعبوں، معاشرت، تمدن، اخلاق، رسم و رواج اور قومی عظمت و وقار کو نہایت بری طرح متاثر کیا ہے۔

مسلم ممالک میں عیسائی مشنریوں کا جال بہت بڑی سازش اور دوررس مہلک نتائج کا پیش خیمہ ہے۔ بلاشبہ کسی وقت بھی یہ ادارے ملک کی سلامتی کے لئے سنگین خطرہ ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے مصر، عراق اور سوڈان کے علاوہ نائیجیریا، الجزائر اور ایران میں بھی عیسائیت کی تبلیغ کو جرم قرار دیا جا چکا ہے۔ بلکہ بعض غیر مسلم ملکوں میں بھی مشنری اداروں کو جاسوسی سرگرمیوں کی بناء پر خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ جن میں چین اور سری لنکا کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ کیا عیسائیوں کے تبلیغ کے مہلک اثرات و نتائج کا اندازہ لبنان جیسے مشرق وسطی کے ایک اہم اسلامی ملک سے نہیں لگایا جا سکتا کہ وہاں عیسائی رسوخ اس درجہ بڑھا کہ اس ملک کا صدر مستقل طور پر عیسائی ہوتا ہے۔ وزیروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعداد بھی عیسائیوں کی کافی ہے۔ عیسائی مشنری اداروں نے مصر اور سعودی عرب میں جو کچھ سازشیں کیں وہ دنیا کے نظروں کے سامنے آ چکی ہیں۔ کیا ان باتوں کو دیکھتے ہوئے پاکستان کی سرزمین صلیبی اقتدار کے پھلنے اور پھولنے کے لئے آزاد چھوڑی جا سکتی ہے؟ اگر کسی کے دل میں مملکت پاکستان کی محبت کا ذرہ برابر بھی نشان ہوگا تو اس کو یہ بات ہرگز ہرگز گوارہ نہیں ہو سکتی۔

بہرحال اس وقت دین اور ملک کی حفاظت کا سوال ہے۔ ہم میں سے کسی بھی فرد کی اس امانت الٰہیہ کی حفاظت میں ادنیٰ سی غفلت بہت بڑا جرم اور اللہ رب العزت کی نافرمانی تیز آنے والی نسلوں کے ساتھ خیانت اور ان پر ظلم ہوگا۔

بس یہی پیغام یہ ناچیز ایمانی درد اور تڑپ کے ساتھ برادران اسلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ خداوند عالم ہمارے دین و ایمان قومی عظمت و وقار اور ہمارے ملک پاکستان کی حفاظت کرے اور اس کو قائم و دائم رکھے۔ آمین!

نسخہ جوہر زیتون
لعنت اللہ علی الکاذبین ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
قیمت 1500/- روپے
فوائد جوہر زیتون
جوہر زیتون
0308-7575868
0345-2366562
دار الخدمت
شعبہ طب نبوی
قائم شدہ 1950ء

# اے کبوترو تم گواہ رہنا

عبدالمالک مجاہد

موصل عراق کا مشہور شہر ہے۔ وہاں سے ایک تاجر اپنے بعض مویشیوں کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شام اور عراق کی حدود علیحدہ نہ ہوئی تھیں۔ حلب مؤرخین کے مطابق دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شامل ہے اور آج کل سوریہ (شام) کا شہر ہے۔ تاجر نے اپنا قیام ایک مناسب درجے کے ہوٹل میں کیا۔ یہاں ان دنوں مویشیوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے مویشی جلد ہی فروخت کر دیئے اور موصل کی راہ لی۔

ایک ڈاکو مسلسل اس تاجر کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس کی مسلسل نظر اس پر تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پاس ایک خطیر رقم موجود ہے۔ تاجر راستے میں ایک ویران جگہ پر ایک درخت کے نیچے ستانے کے لئے رکا تو اس ڈاکو نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کی گردن پر اپنا خنجر رکھا اور کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے نکال کر میرے حوالے کر دو۔ تاجر نے ادھر ادھر دیکھا اور شور مچایا کہ کوئی اس کو بچائے، مگر اس ویران جگہ اس کی کون سنتا؟ اس نے خاموشی سے اپنا تمام مال ڈاکو کے حوالے کر دیا۔ اب ڈاکو اسے قتل کرنے کے درپے ہوا۔ تاجر نے کہا کہ تم نے میرا تمام مال لے لیا ہے۔ اب تمہیں میری جان سے کیا غرض ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میرے اوپر رحم کھاؤ، مجھے قتل نہ کرو۔ مگر ڈاکو پر خون سوار تھا۔ اس نے اس کی منت سماجت کی قطعاً کوئی پروا نہ کی اور اس کو قتل کرنے لگا۔ تاجر بالکل نہتا تھا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی اس کی مدد کرے۔ اچانک اس کی نظر اوپر درخت پر پڑی۔ اس کو دو کبوتر درخت پر بیٹھے نظر آئے۔ اس کی جان نکل رہی تھی۔ ڈاکو خنجر سے اس پر پے در پے حملے کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ان کبوتروں کو مخاطب کیا اور کہا: ''ایھا الحمامتان! اشھدا'' اے کبوترو! تم گواہ رہنا۔

ڈاکو نے اسے قتل کر دیا اور اس کے آخری الفاظ نہایت مزاحیہ انداز میں دہرانے لگا: ''ایھا الحمامتان! اشھدا'' اے کبوترو! گواہ رہنا...... گواہ رہنا۔

اب ڈاکو نے اپنا راستہ لیا۔ راستے میں بھی وہ مقتول کے الفاظ دہراتا رہا۔ اس کے لئے یہ گویا ایک لطیفہ تھا جو مرتے وقت تاجر نے بیان کیا تھا۔ ادھر اس تاجر کے اہل وعیال اس کی آمد کے منتظر تھے۔ دن گزرتے گئے مگر اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ چنانچہ اس کا بڑا بیٹا اپنے والد کی تلاش میں حلب گیا۔ وہاں اس کو بتایا گیا کہ وہ فلاں تاریخ کو حلب آیا تھا، فلاں جگہ قیام کیا۔ فلاں کے ہاتھ اپنے مویشی فروخت کئے، اتنی رقم وصول ہوئی اور چند دنوں کے بعد حلب سے کچھ فاصلے پر ویرانے میں کسی نامعلوم شخص نے اسے خنجر کے وار سے قتل کر دیا اور ساری رقم چھین کر بھاگ گیا۔ تمہارے والد کو فلاں قبرستان میں دفنا دیا گیا۔

تاجر کا بیٹا حاکم شہر کے پاس گیا، وہاں دہائی دی۔ پھر قاضی کے پاس گیا اور اپنے والد کے دوستوں سے ملا کہ کسی طرح قاتل کا پتہ چل سکے۔ اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود نتیجہ صفر رہا۔ کیونکہ نہ کوئی موقع کا گواہ تھا اور نہ قاتل نے کوئی نشان چھوڑا تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس موصل آ گیا۔ وہاں کے والی سے ملا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ اس نے فوری طور پر حلب کے حاکم کو خط لکھا۔ ایک مرتبہ پھر قاتل کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر ساری تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ قاتل کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔ تھک ہار کر لواحقین صبر کر کے بیٹھ گئے اور اس مقدمے کی فائلوں کو بند کر دیا گیا۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ کتنے ہی سال بیت گئے۔ نہ جانے کتنے حاکم اور والی تبدیل ہوئے۔ کتنے ہی نئے قاضی آئے اور رخصت ہوئے۔ تاجر کے لواحقین اور دوست بھی بتدریج اس واقعے کو بھول گئے۔ اولاد بھی صبر کر کے بیٹھ گئی۔

مگر اس قصے کو ایک شخص نہیں بھولا اور یہ وہ شخص تھا جس نے اس تاجر کو قتل کیا تھا۔ جب بھی وہ کسی کبوتروں کے جوڑے کو دیکھتا تو اسے مقتول کے الفاظ یاد آ جاتے کہ اے کبوترو! گواہ رہنا......

ایک دفعہ اس کے کسی قریبی رشتے دار کے ہاں تقریب تھی۔ یہ خاصا امیر کبیر شخص تھا، کھانے میں بہت زیادہ لوگ تھے جن میں شہر کے اعلیٰ حکام بھی شامل تھے۔ کھانا چنا گیا تو انواع واقسام کے کھانے سامنے تھے۔ قاتل نے ایک بڑے طبق سے ڈھکن اٹھایا تو سامنے دو بڑے کبوتر بھنے ہوئے رکھے تھے۔ اس آدمی نے ایک لمبی سانس لی اور اس کی آنکھوں کے سامنے ایک درخت، اس کے اوپر بیٹھے ہوئے کبوتر اور ایک مظلوم مقتول کی لاش گھوم گئی۔ اس کے کانوں میں مقتول کے الفاظ گونج رہے تھے: ''اے کبوترو! گواہ رہنا۔''

اور پھر اس نے غیر ارادی طور پر ایک زوردار قہقہہ لگایا......لوگوں نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا کہ کیا ہوا ہے۔ اب اس نے کبوتروں کی طرف اشارہ کیا اور پھر قہقہہ لگایا اور ایک غیر مرئی طاقت نے اس کی زبان کھلوا دی۔ وہ دعوت کو بھول کر لوگوں کو قتل کا واقعہ سنانے لگا۔ اس کا ایک ایک جز، مکمل تفصیل سے سنایا، اس کی زبان نے کوئی چیز نہ چھوڑی۔ لوگ مبہوت ہو کر اس کی داستان سن رہے تھے۔ جیسے ہی اس نے اپنے راز کو افشا کیا تو اسے احساس ہوا کہ میں نے یہ کیا غلطی کر دی۔ برسوں سے جس واقعے کو لوگ بھول چکے تھے اور اس مقدمے کی فائلیں تک داخل دفتر ہو گئی تھیں اس نے خود اس کا چرچا کر دیا تھا...... مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

چند گھنٹوں میں پورے حلب میں یہ واقعہ ہر شخص کی زبان پر تھا اور حلب کے حاکم کو بھی اطلاع مل گئی۔ اس نے فوراً اس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ پولیس کے سربراہ نے باقاعدہ مقدمہ درج کروایا۔ اس دعوت میں شریک لوگوں کو گواہی کے لئے طلب کیا گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے بیان دیئے۔ مجرم کو بلوا کر گواہوں کے بیانات سامنے رکھے گئے۔ اس کے پاس اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ قاضی نے مجرم کو پھانسی کی سزا سنا دی۔

حلب کے حاکم نے کہا: ''لقد شہدنا'' ہم نے گواہی دی۔

حلب کے قاضی نے کہا: ''لقد شہدنا'' ہم نے بھی گواہی دی۔

پولیس کے چیف نے کہا: ''لقد شہدنا'' ہم نے بھی گواہی دی۔

لوگوں نے کہا: ''لقد شہدنا'' ہم نے بھی گواہی دی۔

پھانسی سے ایک دن پہلے مجرم سے اس کی بیوی نے الوداعی ملاقات کی اور اس سے پوچھا کہ جب اتنے سالوں سے تمہارے اس جرم پر پردہ پڑا ہوا تھا تو پھر کیسے تم نے اس راز کو فاش کر دیا۔ اس نے جواب دیا: ''ان ارادۃ قاھرۃ سلب ارادتی واجبرتنی علی الکلام ''ایک زبردست صاحب ارادہ نے میرے ارادے کو (جس کے تحت میں نے یہ واقعہ کہیں بیان نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی) سلب کر لیا، اور مجھے بات کرنے پر مجبور کر دیا۔

اگلے روز صبح سویرے اس کی پھانسی کے منظر کو دیکھنے کے لئے بے شمار لوگ جمع تھے، جب اس کی گردن میں رسی ڈال دی گئی تو اس نے کہا: ''لم اتکلم بلسانی بل بلسان الحمامتین اللتین کانتا فی الطبق المستقر امامی فی دعوۃ العشاء ''میری زبان سے الفاظ نہیں نکلے تھے، بلکہ وہ کبوتروں کی زبان سے نکلے تھے جو دعوت کے روز میرے سامنے طبق میں پڑے تھے۔

اب جلاد نے رسی کھینچ دی۔ لوگوں نے ایک مجرم کو کیفر کردار تک پہنچتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور سکھ کا سانس لیا...... اور پھر اچانک ہی تمام لوگ بے اختیار اللہ اکبر، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ کے کلمات بلند کرنے لگے۔ اس وقت لوگوں نے دو کبوتروں کو دیکھا جو قاتل کے سر پر بغیر کسی حرکت کے بیٹھے تھے۔ تمام لوگوں نے بیک آواز کہا: ''لقد شھدتا ''ان دونوں کبوتروں نے بھی گواہی دے دی۔

اس مقدمے میں دنیا کی عدالت بلاشبہ عاجز آ گئی۔ وہ قاتل کا سراغ نہ لگا سکی۔ قاتل ایک لمبی مدت تک آزاد دندناتا رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت...... قاتل کی گھات میں تھی۔ اس کا راز آخر ظاہر ہو گیا اور مجرم کو بالآخر قانون کی عدالت کے سپرد ہونا پڑا۔ اسے کچھ دیر تو مہلت مل گئی مگر آخر کب تک...... اور پھر کبوتروں نے گواہی دے دی۔ ایک مظلوم کی پکار کا جواب اسے مل گیا۔ (ماخوذ از سنہری فیصلے...... مراسلہ مولانا عزیز الرحمن ثانی لاہور)

---

## عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کی تشکیل

تصدیق کی جاتی ہے کہ مجلس عاملہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں کے لئے درج ذیل معزز اراکین مجلس کا انتخاب عرصہ تین سال کے لئے کیا گیا ہے۔

۱...... امیر: حضرت مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی زیدمجدہ۔

۲...... نائب امیر: حضرت مولانا شمس الحق حقانی زیدمجدہ۔

۳...... ناظم اعلیٰ: حضرت مولانا قاری امام یوسف نقشبندی زیدمجدہ۔

۴...... ناظم تبلیغ: حضرت مولانا مفتی شہید نواز زیدمجدہ۔

۵...... ناظم نشرواشاعت: حضرت مولانا قاری سعید احمد زیدمجدہ۔

۶...... ناظم مالیات: حضرت مولانا قاری زبید اللہ زیدمجدہ۔

تصدیق کنندہ: حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

# تحفظ ختم نبوۃ کے مثالی ثبوت ...... مولانا عبدالغنی شاہجہاں پوریؒ

قسط نمبر:2 شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند

## تدریسی مصروفیات وخدمات

۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ ہی میں آپ بحیثیت استاذ علمی خدمت میں مصروف ہو گئے ۔ مولانا حفیظ الرحمٰنؒ واصف صاحبزادہ مفتی اعظمؒ، ماہنامہ'' البلاغ ''ممبئی (تعلیمی نمبر دسمبر ۱۹۵۴ء) کے لئے ایک فرمائشی مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

'' آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے دادا سے پڑھیں ۔ تقریباً پندرہ برس کی عمر میں دہلی آئے ۔ مولوی جمال الدین جو مدرسہ امینیہ میں حدیث پڑھتے تھے ۔ ان سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں ۔ پھر ۱۳۲۵ھ (مطابق ۱۹۰۷ء) میں مدرسہ امینیہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کی اور ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۳ء) میں فارغ التحصیل ہوئے ۔ آپ اپنے ہم جماعتوں میں ممتاز ترین ذکی وفہیم طالب علم تھے ۔ دوران تعلیم میں ہی معقولات کی کتابیں پڑھا کرتے تھے ۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک سال تک مدرسہ میں پڑھایا ۔ پھر حضرت مفتی اعظمؒ نے آپ کو مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور کا صدر مدرس بنا کر بھیج دیا ۔ (مختصر تاریخ مدرسہ امینیہ شہر دہلی صفحہ ۲۶)

شاہجہاں پور کی جدید تاریخ پر مشتمل ایک نئی کتاب '' سرزمین شاہجہاں پور کے علمائے فحول، حفاظ وقراء'' میں ملک شاہد محمود خاں خلیل شاہجہاں پوری نے لکھا ہے:

'' کچھ عرصہ بعد مفتی اعظمؒ نے مدرسہ عربیہ عین العلم کی تعلیمی ضرورت کے پیش نظر مولانا سے مدرسہ عین العلم جانے کے لئے کہا ۔ عبدالغنی صاحب کچھ نہ بولے ۔ دوسرے روز پھر کہا ۔ لیکن آپ خاموش رہے ۔ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کئی دن بعد تیسری دفعہ پھر اصرار کیا ۔ اس پر عبدالغنی صاحب نے کہا کہ یہ مشورہ ہے یا حکم ۔ اس پر استاذ نے فرمایا کہ '' حکم'' ۔ یہ وہ دور تھا جب شاگرد کی نظر میں استاذ کا درجہ باپ سے زائد تھا ۔

یہاں پر سکندر اعظم کا یہ واقعہ برسبیل تذکرہ بیان کر دیا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا ۔ ایک بار سکندر کے ایک قریبی امیر نے اس سے دریافت کیا کہ: '' آخر کیا بات ہے کہ آپ نے کبھی اپنے باپ کی اتنی عزت واحترام نہ کیا جتنا آپ اپنے استاذ ارسطو کی کرتے ہیں ۔ ارسطو نے بھرے دربار میں آپ کے تھپڑ مار دیا اور آپ نے سر خم کر دیا ۔ اپنے امیر کے اس سوال پر سکندر نے جواب دیا کہ '' میرا باپ مجھے آسمان سے زمین پر لانے کا باعث بنا ۔ جبکہ ارسطو نے مجھے زمین سے آسمان پر پہنچایا ۔''

لہٰذا مولانا عبدالغنی فوراً استاذ محترم کا جواب سن کر تیار ہو کر دہلی سے شاہجہاں پور کے لئے عازم سفر ہوئے ۔ استاذ اور شاگرد کی یہ بے لوث محبت اور تسلیم ورضا کا جیتا جاگتا واقعہ ہے ۔ آپ شاہجہاں پور تشریف لائے

اور پھر آپ اس پرفضا علمی بستی کے مستقل باشندے ہوگئے۔ محلہ مہند بدف میں آپ نے آراضی لے کر اپنا رہائشی مکان بھی تعمیر کرالیا۔ (شاہجہاں پور کے علمائے فحول صفحہ۱۳۴)

۱۹۱۳ء میں استاذ کے حکم پر آپ شاہجہاں پور آگئے اور مدرسہ عین العلم میں اوائل جولائی ۱۹۵۴ء تک آپ تقریباً اکتالیس سال تک تدریسی خدمات سے وابستہ رہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالحئی بھی عالم گذرے ہیں۔ اسلامیہ کالج شاہجہاں پور میں فارسی زبان وادب کے پروفیسر بھی رہے ہیں اور غالباً شاعر بھی تھے۔ اس لئے اپنا تخلص ''آشفتہ'' رکھتے تھے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ آپ کے روحانی اولاد کی قابل رشک طویل فہرست ہے۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء میں مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ امینیہ میں علمی خلاء پیدا ہوگیا۔ اسی دوران یکم شعبان ۱۳۷۳ھ مطابق ۵؍اپریل ۱۹۵۴ء میں مدرسہ کے صدر مدرس حضرت مولانا ضیاء الحق دیوبندیؒ کی بھی وفات ہوگئی آپ دیوبند میں محلہ ابوالمعالی کے باشندہ اور مولانا سراج الحق صاحب کے فرزند تھے۔ مدرسہ کے آغاز سے ہی آپ کی علمی خدمات مدرسہ سے وابستہ تھیں۔ اس ناگہانی علمی خلاء کو پر کرنے کے لئے ارباب انتظام کی نظر مفتی محمد عبدالغنی صاحب پر گئی۔ حضرت مفتی اعظمؒ نے بھی اپنے مرض وفات میں جبکہ مدرسہ میں ایک مدرس کی ضرورت تھی آپ کو بلا لینے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ مجلس منتظمہ کے فیصلے کے مطابق حضرت موصوف کو دعوت دے کر یکم ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۳ جولائی ۱۹۵۴ء میں استاذ محترم اور حضرت مولانا ضیاء الحق دیوبندیؒ کی جگہ منصب افتاء اور صدر مدرسی پر فائز کیا گیا۔ مدرسہ امینیہ دہلی کے رجسٹر قبض الوصول نمبر۴ میں تقرر سے متعلق ایک نوٹ لکھا ہے:

''حضرت مولانا عبدالغنی صاحب صدر مفتی وصدر مدرس۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ کو عارضی تقرر ہوا اور یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ کو مجلس نے بمشاہرہ ۱۵۰/- منظوری دے دی۔''

رجسٹر کارروائی جلسہ انتظامیہ مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی میں، کارروائی جلسہ منعقدہ یکم جمادی الاوّل ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء بروز منگل (برمکان حضرت مولانا احمد سعید صاحب مہتمم مدرسہ) کی تجویز نمبر۴ کے ضمن میں لکھا ہے:

''(۴) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحب کا تقرر مجلس نے صدر مدرس کی حیثیت سے مبلغ ایک سو پچاس روپے ماہوار تنخواہ پر منظور کیا۔''

مذکورہ عہدہ ومنصب پر تقرر واستقلال کے بعد مدرسہ کے رجسٹر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حسب ضرورت کچھ دنوں تک قائم مقام مہتمم کے عہدے پر بھی کام کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ نوٹ میں لکھا ہے:

''مفتی عبدالغنی صاحب نے ۲۱ شعبان ۱۳۷۵ھ سے ۲۲ رمضان ۱۳۷۵ھ تک ایک ماہ چار یوم بطور قائم مقام مہتمم کام کیا۔'' (رجسٹر کا صفحہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ)

گویا مفتی محمد عبدالغنی صاحب یکم ذیقعدہ مطابق ۲ جولائی ۱۹۵۴ء سے صدر مفتی اور شیخ الحدیث کے جلیل القدر عہدے پر فائز رہے۔ اس دوران جو فتاویٰ آپ کے قلم گہربار سے رقم ہوئے۔ ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں۔ البتہ دو جلدوں میں فتاویٰ کی نقولات دستیاب ہوگئی ہیں۔ جو مدرسہ امینیہ میں اب بھی موجود محفوظ ہیں۔ جن کا مطالعہ راقم سطور نے کیا ہے۔ بلاشبہ اپنے وقت کا یہ زبردست علمی ذخیرہ ہے جو مدرسہ امینیہ کی ملکیت میں ہے۔ امید ہے کہ ارباب انتظام جلد ہی اسے منظر عام پر لا کر امت مسلمہ کو ان سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کریں گے۔

امید کامل ہے کہ انشاء اللہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کی دیگر تصانیف کی طرح تاہنوز مطبوعہ فتاویٰ کے درمیان یہ فتاویٰ بھی متن کا درجہ حاصل کریں گے۔ حضرت موصوف کی خدمات کا یہ سلسلہ ۷ رذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۴ء تک قائم رہا۔ اس کے بعد علالت اور ضعف کے باعث ۸ ذی الحجہ سے آپ رخصت پذیر ہوگئے۔ مدرسہ امینیہ کے رجسٹر قبض الوصول نمبر ۵ ماہ صفر ۱۳۷۶ھ تا ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ میں مہتمم مدرسہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن واصفؒ کے قلم سے ایک نوٹ لکھا ہوا ملا۔ جو حسب ذیل ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے نام کے خانہ میں لکھا ہے:

”ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ سے رخصت پر ہیں۔ مفتی صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ کو شاہجہاں پور تشریف لے گئے تھے۔ لہٰذا آٹھ یوم کی تنخواہ بذریعہ منی آرڈر شاہجہاں پور بھیج دی گئی۔“

حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن واصفؒ کے بقول مدرسہ امینیہ میں ملازمت کی پہلی بار کی مدت کارکردگی صرف ایک سال کی معلوم ہوتی ہے اور دوبارہ تشریف آوری کے بعد دس سال ایک ماہ آٹھ یوم تک آپ مدرسہ امینیہ کی خدمات سے وابستہ رہے۔ گویا گیارہ سال سے کچھ زائد وقت آپ کا مدرسہ امینیہ میں گذرا ہے۔ اس درمیان مدرسہ امینیہ میں آپ سے بنگال، بہار، دہلی، یوپی، راجستھان وغیرہ علاقوں کے بے شمار اہل علم نے کسب فیض کیا جن کا ریکارڈ مدرسہ میں محفوظ ہے۔ دستاویزی ثبوت دیکھنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان میں مدرسہ امینیہ اہل علم کا مرجع ومقبول مرکز رہا ہے۔ یہاں سے سوات وسندھ اور بنگال وموجودہ بنگلہ دیش اور برما وغیرہ دور دراز علاقوں سے طلباء کی ایک بڑی تعداد مستفیض ہوتی رہی ہے۔ یہاں کے اساتذۂ کرام رسوخ فی العلم وکمال فی العمل کے باعث ملک کے طول وعرض میں اپنا ایک مقبول مقام رکھتے تھے۔ بحمدللہ! ان بزرگوں کے حسن نیت کے باعث آج بھی یہ شجر سایہ دار حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نبیرۂ مفتی اعظمؒ کے زیر اہتمام پھل پھول رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالغنی صاحب خرابی صحت اور پیرانہ سالی کے باعث انتقال سے تقریباً تین سال قبل مدرسہ امینیہ سے پہلے رخصت لی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد مستعفی ہوکر مستقل طور پر شاہجہاں پور آگئے تھے۔

### مخصوص تلامذہ

شاہجہاں پور اور ملک کے طول وعرض میں آپ کے تلامذہ کی ابھی بھی بڑی تعداد باحیات ہے۔ چونکہ ان سب کے احوال کوائف دستیاب نہیں۔ اس لئے شامل اشاعت نہیں کئے جاسکتے۔ آپ کے مخصوص اور خوش نصیب شاگردوں میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ (ثالث) خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت تھانویؒ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے احقاق حق وابطال باطل کی وہ تمام خوبیاں آپ میں ودیعت کر رکھی تھیں۔ جو آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا

محمد عبدالغنی صاحب میں پائی جاتی تھیں۔ ماشاء اللہ! استاذ و شاگرد میں بڑا گہرا ربط تھا۔ مفتی کفایت اللہ صاحب (ثالث) کے صاحبزادگان کا بیان ہے کہ اخیر عمر میں از راہ عنایت ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود کبھی کبھار مفتی عبدالغنی صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب کے گھر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اہل خانہ اور شاگرد بھی خوب خدمت کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

قلبی ربط کا ہی فیض ہے کہ باطل فتنوں کے تعاقب میں آپ نے جو کچھ لکھا وہ اپنی جگہ۔ اہل حق میں سے صاحب طرز ادیب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے جب قادیانیت کی تکفیر کے مسئلے میں نرم گوشہ اپنایا تو ان کی اس غلط پالیسی کے خلاف بھی مفتی کفایت اللہؒ نے تیغ بے نیام ہو کر احقاق حق کا حق ادا کردیا جو آج بھی ''صدق جدید لکھنؤ'' کی فائلوں میں محفوظ ہے۔ آپ کی تحریریں اس قدر متین اور سنجیدہ ہوتی تھیں کہ قارئین داد و تحسین کے بغیر نہ رہتے تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس قضیہ کے ابتدائی حالات کو حضرت مفتی صاحب کے ہی قلم سے شائقین کو روشناس کرایا جائے۔ تاکہ ناظرین رسالہ ہذا کو مفتی صاحب کے متین و سنجیدہ قلم سے بھی شناسائی ہوسکے۔ حضرت کے جو خطوط و مضامین غیر مطبوعہ دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں ایک جگہ ''مرزا صاحب اور صدق جدید'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

''مرزا غلام احمد صاحب کون اور کیا تھے۔ اس پر ماضی میں موافق و مخالف بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ جن صاحبان کو تحقیق مطلوب ہو۔ اس کو دیکھ کر اپنا اطمینان کرسکتے ہیں۔ صدق جدید لکھنؤ میں مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی اور دوسرے صاحبان نے کچھ عرصہ سے جو لکھنا شروع کیا ہے۔ اس سے حقیقت پر پردہ پڑ رہا ہے اور اس سے چند در چند غلط فہمیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وجہ سے احقر اس وقت اس پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ دین اور عقیدے کا معاملہ ہے۔ ناظرین کو چاہئے کہ خالی الذہن ہوکر انصاف کے ساتھ اس تحریر کو پڑھیں۔ خدا نے چاہا تو اس مختصر مضمون سے بھی حق بات واضح ہوجائے گی۔ جو کچھ عرض کیا جائے گا وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح صحیح عرض کیا جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بات جو مرزا صاحب کی طرف منسوب کی جائے گی۔ وہ غلط نہ ہوگی۔ وہی باتیں لکھی جائیں گی جو ان کے مسلمات و معتقدات سے ہوں گی۔ ان ارید الا الاصلاح وما استطعت و ما توفیقی الا باللہ العظیم!

حضرت موصوف کے چھوٹے صاحبزادے مولانا اکرام اللہ قاسمی صاحب نے ایک موقع پر لکھا ہے:

''ایک وقت تھا جبکہ مولانا عبدالماجد دریابادی کے ''صدق جدید'' میں مرزا غلام احمد قادیانی کی موافقت میں مضامین شائع ہو رہے تھے۔ مولانا موصوف (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) نے جواباً صدق جدید اور رسالہ دارالعلوم میں اس کی تردید میں مضامین تحریر فرمائے۔ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے مولانا سے فرمایا کہ آپ کا تذکرہ حرم پاک میں تھا کہ آپ نے جماعت دیوبند کی طرف سے فرض کفایہ ادا کردیا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنے گرامی نامے میں مولانا کو تحریر فرمایا کہ آپ اپنے استاذ کے علوم کے صحیح جانشین ہیں۔

بلاشبہ مفتی کفایت اللہ صاحب (ثالث) اپنے عظیم المرتبت استاذ کے صحیح جانشین تھے اور جماعت دیوبند کی طرف سے آپ نے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ ورنہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ جیسے صاحب قلم کے مقابلے میں کس کی ہمت تھی جو قلم اٹھاتا اور ان کے مفروضات وتجدیدانہ فکر ونظر کی توڑ دریافت کر کے ملت اسلامیہ کی بروقت رہنمائی کرتا۔ بہرکیف اس وقت بطور نمونہ مفتی کفایت اللہ صاحب (ثالث) کی ایک تحریر پیش کرنی تھی وہ کر دی گئی۔ مذکورہ قضیہ سے متعلق تفاصیل ومضامین حضرت کے پسماندگان کی طرف سے کسی وقت مستقل رسالے کی شکل میں منظر عام پر لانے کا ارادہ ہے۔ خدا کرے جلدی یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ آمین!

علاوہ ازیں جناب حکیم سعید الرحمٰن خان صاحب سابق مہتمم مدرسہ عین العلم، سیفیہ کالج بھوپال کے پروفیسر جناب ذکی الرحمٰن صاحب، عبدالمقتدر خاں صاحب ولد عبدالغنی صاحب وغیرہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح مدرسہ امینیہ دہلی میں جن خوش نصیبوں نے حضرت مفتی صاحب سے فیض حاصل کیا ہے۔ ان میں مولوی حافظ شفیق صاحب ابن شیخ محمد عطاء اللہ صاحب محلہ کشن گنج دہلی، مولوی ظفر الدین صاحب ابن چندر خاں صاحب مقام بڑکا علیم الدین ضلع گوڑگاؤں، مولوی عزل الحق ابن عارف اللہ موضع کلیر گوپ ضلع بریسال مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) مولوی عبدالصمد صاحب ابن عبدالنبی صاحب سرباز علاقہ مکران قلات پاکستان، مولوی عطاء اللہ ابن امیر اللہ ساکن جاری پوک تھانہ سنگھارہ ریاست منی پور، مولوی مشتاق احمد ابن نور الدین مقام وڈاکھانہ بودی بازار ضلع گورکھپور، مولوی محمد نذیر ابن عبدالجلیل مقام چوگا ضلع مردان سوات، مغربی پاکستان وغیرہم کے نام قابل ذکر ہیں۔ جاری ہے!

---

## دعائے مغفرت کی اپیل

حکیم عبدالحئی انصاری جامع مسجد شیخ لاہوریؒ جھنگ صدر کے نمازی اور مجلس کے قدیم معاون اور ورکر تھے۔ چند ماہ پہلے ان کا انتقال ہوا۔ پروفیسر محمد ہاشم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ کے مخلص کارکن اور امیر مجلس لیہ مولانا محمد حسین مدظلہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال فرما گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے معاون مبلغ مولانا اسحاق مصطفی کے سر کا عبدالاعلیٰ کے دنوں انتقال ہوا۔ ادارہ لولاک مذکورہ بالا مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ نیز قارئین لولاک سے درخواست ہے کہ مرحومین کی مغفرت کی دعا فرمائیں۔

## قبول اسلام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری عبدالشکور گرواں کے مطابق محمد حامد ولد محمد نواز سکنہ چک نمبر 142T-A.D لیہ نے مورخہ ۲۰ رستمبر ۲۰۱۵ء کو چک مذکورہ بالا کی جامع مسجد میں مجمع کے روبرو قادیانیت سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اللہ پاک موصوف کو دین اسلام پر استقامت کی توفیق نصیب فرمائیں۔

# مولانا قاری منیر احمد کا وصال

مولانا محمد عارف

مولانا قاری منیر احمد قادری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے نائب امیر ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء کو وفات پاگئے۔ ان کے دادا مرحوم میاں محمد دین بھٹی مرحوم نے وصیت فرمائی تھی کہ محمد منیر احمد کو حافظ قران بنانا ہے۔ مقدر نے یاوری کی اور محمد منیر احمد نے جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک گوجرانوالہ میں مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم سابق نائب امیر عالمی مجلس کی نگرانی وتوجہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ قاری منیر احمد نے حفظ قرآن کی سعادت کے بعد جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ سے فیض وتوجہ پائی۔ یہاں انہیں مجلس احرار اسلام مغربی پاکستان کے امیر مولانا مفتی عبدالواحدؒ، حضرت مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی مدظلہ اور مولانا زاہدالراشدی مدظلہ سے اکتساب فیض کا موقع بھی ملا۔ مولانا قاری منیر احمد قادری مرحوم کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے تھا۔

مولانا قاری منیر احمد قادریؒ یکم جنوری ۱۹۶۶ء کو حاجی محمد ابراہیم بھٹی کے ہاں نواحی گاؤں اگوبھنڈر تحصیل کاموکی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دو بیٹے حافظ عبدالرحمٰن اور عبداللہ اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کی اہلیہ کا ایک مدت پہلے انتقال ہوگیا تھا۔ انہوں نے اصرار کے باوجود دوسری شادی نہیں کی اور اپنی زندگی کو والدین کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔ ان کے والدین تادم آخریں ان کے پاس ہی رہے اور قاری منیر احمد قادری کا گھر خاندان کے لئے مرکز کی حیثیت اختیار کرگیا۔ ان کے تین بھائی نذیر احمد بھٹی، محمد یوسف بھٹی اور نصیر احمد بھٹی ہیں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ آپ کو مرکزی جامع مسجد فضل فیروز والا روڈ گوجرانوالہ کا امام وخطیب بنا کر حضرت مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم نے بھیجا اور آپ آخری دم تک یہ خدمت سرانجام دیتے اور لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح میں مصروف رہے۔ آپ نے اسی مسجد میں قرآن مجید کو ترجمہ وتفسیر سے سات دفعہ مکمل کیا۔ آپ کئی سال تک جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک کے ناظم رہے اور ہزاروں لوگ آپ سے فیض یاب ہوگئے۔ علاقہ ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں آپ سے عقیدت ولگاؤ رکھنے والوں کا ایک حلقہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین ہی نہیں بلکہ کارکنوں کے لئے فرش راہ رہتے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت تحریکوں میں سرگرم حصہ لیا۔ ۲۰۰۸ء سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی نائب امیر رہے۔ آپ جمعیت علمائے اسلام میں بھی سرگرم رہے۔ ضلع کے نائب امیر، سٹی امیر، ضلعی اور صوبائی شوریٰ کے رکن رہے۔

آپ کا جنازہ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۵ء دھوبی گھاٹ گراؤنڈ سٹلائیٹ ٹاؤن میں ادا کیا گیا۔ یہ جنازہ گوجرانوالہ کے بڑے جنازوں میں سے تھا۔ حضرت مولانا محمد داؤد احمد نے نماز جنازہ پڑھایا۔ نماز جنازہ میں عالمی مجلس ختم نبوت کی ضلعی رہنماؤں نے شرکت کی۔

# مسجد پر قادیانیوں کا حق نہیں

مولانا اللہ وسایا

گولیکے گجرات میں ایک پرانا قصبہ ہے، ساڑھے تین سو سال قبل۔ غلام دستگیر دسوندی نے یہاں مسجد تعمیر کرائی۔ یہاں پر ایک سو سال قبل ایک امام قادیانی ہوا تو اس مسجد پر بھی قادیانیوں نے قبضہ کر لیا اور پھر ۱۹۸۴ء میں ’’احمدیہ بیت الحمد‘‘ بنا دیا۔ اس کے بعد اسے نئے سرے سے تعمیر بھی کرایا۔ ہر موقعہ پر مسلمان قادیانیوں سے کہتے رہے کہ بدنصیب امام قادیانی ہوا۔ مسجد تو قادیانی نہیں ہوئی۔ یہ مسلمانوں کی تیار کردہ ہے اور اس وقت کی ہے جب ملعون قادیان پیدا بھی نہ ہوا تھا۔

یاد رہے کہ اس گاؤں کے جٹ برادری کے قادیانی ہیں ہٹ دھرم، ضدی اور انتہاء پسند کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بھی نہ سنی۔ خیال رہے کہ ایک قادیانی شاعر جس کا نام قاضی ظہور الدین اکمل تھا اس نے رسوائے زمانہ یہ شعر کہے تھے ؎

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء، شمارہ نمبر ۴۳، ج۲ ص۱۴)

ان اشعار پر مرزا قادیانی نے شاعر کو شاباش دے کر شاعر اور اپنے کفر پر مہر تصدیق چسپاں کی۔ ان اشعار کے کہنے والا ملعون شاعر اسی گاؤں گولیکے کا تھا۔ آج سے چند عشرے قبل مسلمانوں اور قادیانیوں میں جھگڑا بھی ہوا۔ جس کے نتیجہ میں کئی قتل ہوئے۔ اس تمام تر دہشت گردی، انتہاء پسندی اور لاقانونیت کے قادیانی مرتکب رہے۔ بالآخر تنگ آ کر مسلمانوں نے آج سے ۱۸ سال قبل ایک کیس سول جج گجرات کی عدالت میں دائر کیا۔ جو مختلف مراحل طے کرتا رہا۔

۱۷؍ستمبر ۲۰۱۵ء کو جناب قاسم علی بھٹی صاحب سول جج گجرات نے ۱۳ صفحات پر مشتمل انگریزی میں فیصلہ سنایا۔ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

پیرا نمبر:۱...... دعوے کے مطابق مختصر طور پر حقائق کہ مدعیان چک موضع گولیکی تحصیل وضلع گجرات کے رہائشی اور مسلمان ہیں۔ جب کہ مدعا علیہم غیر مسلم ہیں۔ مسجد چک گولیکی قدیم ترین تقریباً ساڑھے تین سو سال پرانی ہے۔ مسمی غلام دستگیر دسوندھی مذکورہ مسجد کا بانی تھا اور گاؤں کے مسلمان متذکرہ مسجد میں عبادت کرتے تھے اور اسی وقت سے اس کے معاملات یعنی انتظام وانصرام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ مدعا علیہم کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ غیر مسلم قادیانی ہیں۔ مدعا علیہم کو اس مسجد میں داخلے اور اپنی عبادت کرنے کی بالکل اجازت نہیں دی جا سکتی۔ متذکرہ مسجد کو کسی اور عبادت گاہ میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ مدعا علیہم متذکرہ مسجد کو اپنی عبادت گاہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں

اور وہ مدعیان کو اپنی نمازیں ادا کرنے سے اس مسجد میں روکتے ہیں۔ مدعا علیہم کو کہا گیا ہے کہ وہ متذکرہ مسجد کو اپنی عبادت گاہ میں نہ تبدیل کریں اور مسلمانوں کو اپنی نمازیں اس مسجد میں ادا کرنے سے نہ روکیں۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا ہے۔ اس لئے یہ دعویٰ دائر کیا گیا ہے۔

پیرانمبر:۲...... مدعا علیہم نے اس دعوے کی مخالفت بذریعہ جواب دعویٰ یہ کہ دعویٰ زیر دفعہ 42 (Specific Relief Act) کے تحت قابل اخراج ہے۔ یہ کہ مجلس کمیونٹی کا وجود نہیں ہے اور نہ ہی یہ رجسٹرڈ کمیونٹی ہے۔ متذکرہ مسجد احمدیوں کی عبادت گاہ ہے۔ جس سے کسی کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ یہ کہ زیر آرڈر سات رول نمبر گیارہ کے تحت مبینہ دعویٰ قابل اخراج ہے اور دعوے میں آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ عدالتی دیوانی کو اس دعویٰ کی سماعت کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دفعہ(9)(CPC) کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی ہے۔ مدعیان نے 1997ء میں ایک استغاثہ زیر دفعہ (145) ضابطہ فوجداری دائر کیا اور احمدیوں کی عبادت گاہ سیل کرادی۔ جس کے بعد فاضل سینئر سول جج گجرات نے متذکرہ مقدمہ کا فیصلہ مدعا علیہم کے حق 20-11-2008 کو کیا۔ جب متذکرہ عمارت کو کھولا جانا تھا تو مدعیان نے حکم امتناعی حاصل کرنے کے لئے ایک جعلی اور فرضی دعویٰ دائر کردیا۔ دوران سماعت استغاثہ زیر دفعہ (145) ضابطہ فوجداری متذکرہ مقدمہ کے مدعی نے تسلیم کیا کہ قادیانیوں/ مدعا علیہم اس مسجد میں اپنی عبادت پچھلے سو سال سے کر رہے ہیں۔ 1992ء میں مدعا علیہم نے متذکرہ مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا جس کے لئے اس وقت مزید زمین بھی خریدی گئی اور اس وقت کسی نے بھی عبادت گاہ کی تعمیر کے لئے اعتراض نہ کیا۔ مدعا علیہم کے پاس عبادت گاہ کی تعمیر کی دستاویزات موجود ہیں۔ موضع گولیکی کی آبادی کا تیسرا حصہ مدعا علیہم کی برادری سے تعلق رکھتا ہے اور یہ ان کی واحد عبادت گاہ ہے۔ قادیانیوں کے مکانات اس عبادت گاہ کے چاروں طرف موجود ہیں اور مدعیان کا اس متذکرہ مسجد سے تعلق نہیں ہے۔

پیرانمبر:۳...... دونوں پارٹیوں کی پیروی کے بعد مندرجہ ذیل تنقیحات وضع کی گئیں:

(۱) کیا متذکرہ بالا مدعیان کا مسجد مذکور سے تعلق ہے؟ اور مدعا علیہم کا کوئی حق نہیں ہے؟ (بار مدعیان)

(۲) کیا مدعیان حکم امتناعی کی ڈگری کے اہل ہیں؟ (بار مدعیان)

(۳) کیا دعویٰ برطابق قانون نہیں چل سکتا ہے؟ (بار مدعا علیہم)

(۴) کیا دعویٰ موجودہ صورت میں قابل رفتار نہیں ہے؟ (بار مدعا علیہم)

(۵) کیا دعویٰ بمطابق ابتدائی اعتراض نمبر 3 قابل اخراج ہے؟ (بار مدعا علیہم)

(۶) کیا اس عدالت کا دائرہ سماعت نہیں ہے؟ (بار مدعا علیہم)

(۷) کیا دعویٰ صحیح طور پر دائر نہیں کیا گیا ہے؟ (بار مدعا علیہم)

(۸) کیا مدعیان صاف ہاتھوں عدالت نہیں آئے ہیں؟ (بار مدعا علیہم)

(۹) کیا مدعیان نے صحیح حقائق عدالت سے چھپائے ہیں؟ (بار مدعا علیہم)

(۱۰) کیا مدعا علیہم متنازعہ عمارت کو اپنی عبادت گاہ کے طور پر عرصہ زائد از سو سال سے استعمال کر رہے ہیں؟ (بار مدعا علیہم)

(۱۱) کیا دعویٰ مبنی بر جھوٹ اور مدعا علیہم کو تنگ و پریشان کرنے کے لئے دائر کیا گیا ہے۔ لہٰذا مدعا علیہم ہرجانہ خاص کے امیدوار، حقدار ہیں؟ (بار مدعا علیہم)

پیرا نمبر:۴...... مدعیان کی طرف سے محمد افضل مدعی PW-1 کے طور پر پیش ہوا اور متن دعویٰ کی تائید کی۔ محمد اشرف PW-2 اور مشتاق احمد PW-3 نے اس کی تائید کی۔ دستاویزی شہادت میں بل بجلی مسجد EX-P-1 کنکشن بجلی کے بارے میں سرٹیفکیٹ EX-P-2 اور نقشہ Mark-A کے طور پر پیش کئے گئے۔

پیرا نمبر:۵...... مدعا علیہ نمبر۶، محمد اصغر DW-3 کے طور پر پیش ہوا۔ سی محمد DW-1 اور خلیل احمد DW-2 تائید میں پیش ہوئے۔

مدعا علیہم نے اپنے موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل دستاویزات پیش کیں۔ نقل ریکارڈ دوبارہ تعمیر مسجد EX-D-1، نقل کاروائی قرارداد EX-D-2، نقل استغاثہ زیر دفعہ (145) ضابطہ فوجداری EX-D-3، نقل ریکارڈ انتقام EX-D-6، نقول خطوط EX-D-7، EX-D-8، نقل درخواست برائے بجلی کنکشن EX-D-9، ڈیمانڈ نوٹس واپڈا EX-D-10، نقل استغاثہ EX-D-11، نقل فہرست گواہان EX-D-12، نقل حکم مورخہ 20-11-2008 EX-D-13، رپورٹ برائے متنازعہ مسجد EX-D-14، نقل ٹی وی لائسنس فیس EX-D-15 نقل بیان سرفراز EX-D-16 نقل بیان نثار EX-D-17 اور نقل بیان ریاض EX-D-18

پیرا نمبر:۶...... جب کہ مدعی کی طرف سے مخالفانہ شہادت میں نقل حکم مورخہ 29-11-2008 EX-P-3 اور نقل حکم مورخہ 30-9-2009 EX-P-4 پیش کئے گئے۔

پیرا نمبر:۷...... یہاں یہ بیان بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ دعویٰ عدالت جناب سید نصیر عباس فاضل سول جج گجرات نے بذریعہ حکم مورخہ 22-12-2012 نے خارج کر دیا۔ مدعیان نے اس حکم کے خلاف اپیل دائر کی اور فاضل عدالت اپیل نے اپیل مدعیان کو منظور کر کے متذکرہ حکم کو ختم کر دیا۔ ایک اضافی تنقیح وضع کی اور دعویٰ کو اس ہدایت کے ساتھ واپس کر دیا کہ بعد از سماعت بحث فریقین، شہادت فریقین ہر تنقیح پر اپنا فیصلہ دیں اور دعویٰ کا نئے سرے سے فیصلہ دیں۔

پیرا نمبر:۸...... فاضل عدالت اپیل نے مندرجہ ذیل اضافی تنقیح وضع کی۔

A-1 کیا مدعیان ڈگری استقرار حق جیسا استدعا کی گئی کے حق دار ہیں۔ حتمی بحث جناب راجہ محمد ارشد، وکیل مدعیان اور جناب عیسیٰ خاں ساہی، وکیل مدعا علیہم سماعت کی گئی۔ ریکارڈ دیکھا گیا۔ میری تنقیحات کے (Findings) نتائج حسب ذیل ہیں:

تنقیح نمبر:۱...... پیرا نمبر:۹...... اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان پر تھا۔ PW-1 نے بیان کیا کہ نزاعی/متنازعہ

مسجد، گاؤں گوئیکی کی قدیم ترین مسجد ہے اور یہ ساڑھے تین سو سال پرانی ہے۔ گواہان مدعیان بیانی ہیں کہ یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے اور مدعا علیہم (قادیانیوں) کو حق نہیں ہے کہ اس میں مداخلت کریں اور اپنی عبادت کریں۔ وہ مزید بیانی ہیں کہ جھگڑا اس وقت پیدا ہوا جب مدعا علیہم نے اس مسجد کو ''بیت الحمد'' میں تبدیل کرنے اور مسجد میں ڈش انٹینا لگانے کی کوشش کی۔ PW-3 مزید بیانی ہے کہ غلام دستگیر دسوندھی اس متذکرہ مسجد کا بانی تھا۔ دوسری طرف مدعا علیہم (قادیانیوں) نے بیان کیا کہ پچھے سو سال سے مسجد ان کے زیر قبضہ ہے اور وہ اس کا انتظام وانصرام کرتے اور اپنی عبادات اس میں کرتے رہے ہیں۔ مدعا علیہم کی طرف سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ ۱۹۹۲ء میں انہوں نے مسجد کی تعمیر نو کی اور اس پر زر کثیر صرف کیا۔

پیرا نمبر:۱۰...... دونوں فریقین کی زبانی و دستاویزی شہادت کے جائزے اور دعویٰ کے دیگر ریکارڈ سے یہ ظاہر ہے کہ مدعیان نے اپنے دعویٰ میں خصوصی طور پر یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مسجد تقریباً ساڑھے تین سو سال پرانی ہے۔ مدعا علیہم نے اپنے ترمیمی جواب دعویٰ میں اگرچہ اس حقیقت کو جھٹلایا ہے۔ لیکن انہوں نے نزاعی مسجد کی تعمیر کے سال کو ظاہر/ بیان نہ کیا ہے۔ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعا علیہم پچھلے سو سال سے اس مسجد کا انتظام وانصرام چلا رہے ہیں۔ دونوں فریقین کی شہادت متذکرہ تنازعات کی مطابق بھی ہے۔ کسی بھی مدعا علیہم نے مسجد کی تعمیر کے بارے میں بیان نہیں کیا اور انہوں نے صرف مسجد کی تعمیر نو ۱۹۹۲ء میں کئے جانے کو بیان کیا۔ جس کا مطلب ہے کہ مدعیان کا مؤقف مدعا علیہم کے مقابلہ میں بہت زیادہ قابل پذیرائی ہے کہ مسجد ۳۵۰ سال پرانی ہے۔

پیرا نمبر:۱۱...... دعویٰ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ غلام دستگیر دسوندھی مسجد کا بانی تھا۔ PW-3 نے اپنی شہادت میں اس حقیقت کی تائید کی۔ مدعا علیہم نے اپنے جواب دعویٰ میں اس حقیقت سے پہلوتہی کرتے ہوئے انکار کیا ہے۔ اس طرح کا گول مول انکار قانون کی نظر میں کوئی انکار نہ ہے اور یہ ماننے کے زمرے میں آتا ہے۔ گواہان مدعا علیہم نے بانی مسجد کا نام ظاہر نہیں کیا۔ مدعا علیہم نے کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ غلام دستگیر دسوندھی احمدی تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دستگیر دسوندھی نے نزاعی مسجد کو بطور مسلمان تعمیر کیا۔ جب کوئی مسلمان نماز ادا کرنے کے لئے کوئی عمارت تعمیر کرتا ہے تو یہ مسجد کہلاتی ہے اور یہ (مسجد کی) اصطلاح خاص طور پر دین اسلام کے لئے مختص ہے۔

DW-1 نے تسلیم کیا کہ نزاعی جائیداد ایک مسجد ہے۔ DW-2 نے بھی دوران جرح بیان کیا کہ احمدی ۱۹۷۴ء سے پہلے مسلمان سمجھے جاتے تھے۔ DW-3 جو کہ مدعا علیہم میں سے ایک ہے نے صرف نزاعی مسجد کے قبضے اور اس کی تعمیر نو کے بارے میں بیان دیا۔ یہ بھی واضح کیا جانا ضروری ہے کہ دوران جرح اسی نے تسلیم کیا کہ تقریباً سو سال پہلے امام مسجد نے احمدی (مذہب) عقائد کو تسلیم کرلیا۔ جس کا مطلب ہے کہ احمدی بننے سے پہلے ایک مسلمان تھا اور نزاعی مسجد مسلمانوں کی نماز ادا کرنے کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ DW-3 نے مزید اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ امام مسجد کے مذہب تبدیل کرنے کے بعد دوسرے اہلیان دیہہ نے بھی احمدی مذہب قبول کرلیا۔ DW-3 کے متذکرہ بالا تسلیمات واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ مسجد ۱۰۰ سال قبل موجود تھی اور اس کا امام مسلمان تھا اور متذکرہ عمارت مسلمان اپنے مذہبی مقاصد/ فرائض کے لئے استعمال کرتے تھے۔

پیرانمبر:۱۲...... ’’تمام مساجد میں جو کہیں بھی واقع ہوں خالصتاً اللہ تعالیٰ کے نام سے منسوب ہوتی ہیں اور مسلمان اسے اللہ کے احکامات کے مطابق نماز پڑھنے اور اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مسجد وقف کی ایک قسم ہوتی ہے۔ وقف ہونے پر جائیداد فوری اور اٹل طور پر اللہ کے نام پر چلی جاتی ہے اور اس کو وقف کے مقصد کے علاوہ کسی دوسرے استعمال میں نہیں لایا جاسکتا۔ کوئی شخص جب ایک دفعہ اپنی زمین کو مسجد میں بدل دیتا ہے اب وہ اس وقف کو واپس نہیں لے سکتا۔ مسجد خالصتاً اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ کسی بھی دوسرے کا اس پر کوئی استحقاق نہیں اور دوسروں کے تمام حقوق بلحاظ مسجد ختم ہوجاتے ہیں۔ جب بھی کوئی جگہ قانونی طور پر مسجد بن جاتی ہے تو یہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک مسجد کو خراب کردیا جائے، ویران کردیا جائے یا کسی بھی وجہ سے شہید کردیا جائے یا خدا کی عبادت کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کے لئے غلط طور پر استعمال کیا جائے۔ تب بھی یہ مسجد ہی رہتی ہے۔‘‘ (بحوالہ فیصلہ مقدمہ بعنوان ’’حق نواز وغیرہ بنام صوبہ پنجاب وغیرہ‘ 299 1997-MLD)

پیرانمبر:۱۳...... متذکرہ بالا فیصلہ عدالت عالیہ لاہور سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد یہ بالکل واضح ہے کہ عمارت حقیقی طور پر غلام دستگیر دسوندھی نے مسجد کے طور پر تعمیر کی تھی جو کہ عقیدہ کے لحاظ سے مسلمان تھا اور احمدی عقائد کے سامنے آنے سے بہت پہلے کی بات ہے اور یہ ایک مسجد ہی چلی آتی رہی۔ جہاں مسلمان ایک مسلمان امام مسجد کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔ اگر کوئی امام مسجد اپنا عقیدہ/ مذہب تبدیل کرتا ہے تو بعد ازاں مسجد، امام مسجد کے عقائد کی اشاعت کے لئے استعمال نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ایک مسجد ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے اور اس کی نوعیت امام مسجد کے تبدیلی مذہب کی وجہ سے تبدیل نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ مسجد کی ملکیت قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ تاہم شہادت اس چیز کو واضح کرتی ہے کہ متنازعہ مسجد قابل ذکر مدت تک احمدیوں کے زیر قبضہ رہی ہے۔ لیکن اگر کوئی کسی چیز پر قبضہ رکھتا ہے تو وہ اس سے ملکیت کے دعویٰ کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ چاہے وہ اس پر کتنا عرصہ ہی قابض رہا ہو۔ اس کا قبضہ ملکیت میں نہیں بدلے گا اور ایسا شخص کسی بھی طرح کسی بھی طریقے سے اس پر اپنے حق کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

(بحوالہ فیصلہ مقدمہ بعنوان ’’مسجد حنفیہ بنام قربان حسین شاہ‘ PLD-1997 لاہور ۳۱۲)

پیرانمبر:۱۴...... یہ بیان کرنا بھی قابل قدر ہے کہ PW-2 نے دوران جرح بیان کیا کہ نزاعی مسجد ۳۵۰ سال قبل تقریباً تعمیر کی گئی تھی اور اس کا امام مسجد پیر غلام دستگیر تھا۔ اس حقیقت کی دوران جرح تردید نہ کی گئی۔ یہ مسلمہ قانون ہے کہ جب شہادت کے کسی حصہ کی، دوران جرح، نفی نہ کی جائے اور بلا جرح رہے اس کا مطلب فریق ثانی کے حق میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ مدعاعلیہم نے اپنا قبضہ دکھانے کے لئے صفحہ مثل پر مختلف دستاویزات پیش کی ہیں۔ تمام متذکرہ دستاویزات نجی دستاویزات ہیں جو کہ اگرچہ پیش کی گئی ہیں۔ لیکن ان کے تیار کرنے والے پیش نہیں کئے گئے۔ لہٰذا ان پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بھی دستاویز کا پیش کیا جانا اس کے مواد کو تسلیم کیا جانا نہیں ہے اور فریق کو اسے بذریعہ آزادانہ شہادت ثابت کرنا ہوتا ہے۔ جس کی مدعاعلیہم کے موقف میں کمی ہے۔

پیرانمبر:۱۵...... مدعاعلیہم کی طرف سے ایک نکتہ یہ بھی اٹھایا گیا ہے کہ مدعیان میں سے ایک نے دوران کارروائی زیر دفعہ ۱۴۵ ضابطہ فوجداری مابین فریقین اپنا بیان قلمبند کروایا تھا جس میں اس نے مدعاعلیہم کے حق میں

کچھ حقائق بیان کئے تھے۔اس ضمن میں EX-D-16 تا EX-D-18 صفحہ مثل پر پیش کئے گئے۔ متذکرہ بالا دستاویزات مدعا علیہم کے لئے مددگار نہ ہیں۔ کیونکہ متذکرہ بیانات ایک دوسرے مقدمہ میں قلمبند کئے گئے تھے اور اس قسم کے بیان کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہے۔ الا یہ کہ جب تک یہ متذکرہ گواہ کے روبرو نہ کئے جائیں جو کہ اس مقدمہ میں نہ کیا گیا۔ حالانکہ بصورت دیگر کارروائی زیر دفعہ ۱۴۵۔سی ضابطہ فوجداری کو عدالت اپیل نے ختم کر دیا تھا اور یہ قرار دیا تھا کہ عدالت مجسٹریٹ کو کوئی حق حاصل نہ ہے کہ وہ متذکرہ کارروائی مسجد کے خلاف شروع کرے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ فاضل عدالت اپیل کے حکم کے خلاف مدعا علیہم نے کوئی چیلنج نہ کیا تھا اور اب وہ فیصلہ قائل ہو چکا ہے۔

پیرا نمبر:۱۶...... متذکرہ بالا بحث کی روشنی میں مجھے اس کا کامل یقین ہے کہ متنازعہ عمارت ایک مسجد ہے اور یہ کسی اور مذہب کی عبادت گاہ میں تبدیل نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ یہ غیر مسلموں کے قبضہ میں صدیوں رہے۔ مدعیان نے کامیابی سے اپنا موقف ثابت/ قائم کر دیا ہے۔ لہٰذا اس تنقیح کا مثبت انداز میں ان کے حق میں اور مدعا علیہم کے خلاف فیصلہ کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:A-1...... پیرا نمبر:۱۷......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔ تنقیح نمبر:۱ پر میرے نتائج کی روشنی میں مدعیان کو استقرار حق کا اہل قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس تنقیح کا، نتیجہ کے طور پر، فیصلہ مدعیان کے حق میں کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۲...... پیرا نمبر:۱۸......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان پر تھا۔ تنقیح نمبر:۱ پر میرے نتائج کی روشنی میں اس تنقیح کا فیصلہ بھی مثبت طور پر مدعیان کے حق میں کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۳...... پیرا نمبر:۱۹......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔ اگرچہ اس نکتہ کے متعلق کوئی شہادت پیش نہیں کی گئی۔ پھر بھی یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ یہ دعویٰ مسجد کے بارے میں استقرار حق حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اس کے لئے وقت کی قید نہیں ہے۔ بحوالہ مقدمہ سابقہ بعنوان ''مسجد حنفیہ کیس'' صفحہ مثل پر ایسا کوئی ریکارڈ نہیں ہے کہ جو ثابت کرے کہ دعویٰ وقت کی بنیاد پر ممنوع ہے۔

پیرا نمبر:۲۰...... مدعیان علیہم کی طرف سے ایک اعتراض یہ بھی اٹھایا گیا تھا کہ مدعیان نے پہلے بھی ایک دعویٰ دائر کیا تھا جو کہ واپس لے لیا گیا تھا اور واپسی کا حکم مدعیان علیہم کی غیر حاضری میں صادر کیا گیا تھا۔ لہٰذا موجودہ دعویٰ قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیان علیہم کا اعتراض رد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بااختیار عدالت نے مدعیان کو دعویٰ واپس لینے کی اور نیا دعویٰ دائر کرنے کی اجازت دی تھی۔ EX-P-3 اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے۔ مزید برآں یہ کہا جاتا ہے کہ پہلا دعویٰ حکم امتناعی دوامی کا تھا اور اس میں کوئی استقرار حق نہ طلب کیا گیا تھا۔ مدعیان علیہم یہ بھی ثابت نہ کر سکے کہ موجودہ دعویٰ قانون کی نظر میں ممنوع ہے۔ اس تنقیح کا فیصلہ مدعیان علیہم کے خلاف کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۴...... پیرا نمبر:۲۱......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔ ریکارڈ میں کوئی قابل ذکر شہادت دستیاب نہیں ہے۔ یہ ایک مسلّمہ قانون ہے کہ وکالت میں کئے جانے والے بیانات کو شہادت مہیا کر کے ثابت کرنا

پڑتا ہے۔بصورت دیگر وہ غیر مصدقہ رہتے ہیں۔تاہم دوران دلائل مدعیان علیہم کے وکیل نے اعتراض کیا کہ محمڈن کمیونٹی ایک رجسٹرڈ کمیونٹی نہ ہے اور مدعیان اس کے بااختیار نمائندہ نہیں ہیں۔یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ آرڈر CPC-1 رول 8 کی قانونی ضروریات کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔کیونکہ دعویٰ ایک نمائندگی کی حیثیت میں دائر کیا گیا ہے۔فاضل وکیل کے دونوں اعتراضات رد کئے جاتے ہیں۔ہر مسلمان کو مسجد میں داخل ہونے اور اپنی نمازیں ادا کرنے کا حق حاصل ہے۔اگر اسے روکا جاتا ہے تو اس کا مطلب اس کے مخصوص حق سے انکار کرنا ہے۔
جس کے لئے دعویٰ استقرار حق زیر دفعہ ۴۲ آف Specific Relief Act بہترین دستیاب حل ہے۔
اس بات کی پابندی نہیں ہے کہ دعویٰ بذریعہ برادری (گروہ) یا کسی نمائندہ حیثیت میں کیا جائے۔متنازعہ عمارت عبادت کا مقام ہے جو کہ مسجد کے طور پر استعمال ہورہی ہے۔برادری اگر وہ (کمیونٹی) کا ہر مسلمان جو نماز ادا کرتا ہے یا عبادت کرتا ہے کو یہ حق ہے کہ وہ ایسی عمارت کی حفاظت کرے اور وہ اس بات کا برابر اہل ہے کہ وہ (اس کی خاطر) کوئی کام (عمل) کرے یا دعویٰ دائر کرے۔سماج/معاشرے کا ہر رکن دعویٰ دائر کرسکتا ہے۔اس ضمن میں درج ذیل حوالہ دیا جاسکتا ہے۔"انجمن اسلامیہ (رجسٹرڈ) سیالکوٹ بذریعہ سیکرٹری جنرل بنام جوادو غیرہ PLD 2007 Lahore 286"

پیرانمبر:۲۲...... آرڈر 1 رول 8 CPC کے دوسرے اعتراض کے متعلق یہ بیان ہے کہ فاضل پیش رو عدالت نے مدعیان کو ۲۸ر ستمبر ۲۰۱۱ء کو Order:1 rule:8 CPC کے مطابق چلنے کے لئے حکم دیا۔مدعیان نے متذکرہ حکم کو Challenge کیا اور فاضل Additional District Judge نے بذریعہ حکم نامہ مورخہ ۲۷ر نومبر ۲۰۱۲ء متذکرہ آرڈر کو ختم کردیا اور حکم دیا کہ مدعیان اپنی حد تک کارروائی کرنے کے اہل ہیں۔متذکرہ حکم کو بھی مدعیان علیہم نے کسی بھی اعلیٰ عدالت میں Challenge نہ کیا۔لہٰذا یہ حکم قائل ہوچکا ہے۔یہ تنقیح بھی غیر ثابت شدہ رہی ہے اور اس کا فیصلہ نفی میں کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۵...... پیرا نمبر:۲۳......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔ترمیمی جواب دعویٰ میں ابتدائی اعتراض نمبر ۱۳ اٹھایا گیا تھا کہ محمڈن کمیونٹی کا وجود نہیں ہے اور یہ رجسٹرڈ تنظیم نہیں ہے اور مدعیان اس کے نمائندہ نہیں ہیں۔تنقیحات نمبر ۱ اور ۴ پر میرے نتائج کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ متنازعہ عمارت ایک مسجد ہے اور کوئی بھی مسلمان، جب اس کے حق عبادت کا انکار کیا جائے، دعویٰ دائر کرسکتا ہے۔ابتدائی اعتراض نمبر ۳ قائم رہنے کے قابل نہیں ہے۔لہٰذا اس تنقیح کا جواب/فیصلہ مدعیان علیہم کے خلاف ہے۔

تنقیح نمبر:۶...... پیرا نمبر:۲۴......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔اس نکتہ پر کوئی بھی خاص شہادت نہ دی گئی۔لیکن یہ مشاہدہ کیا گیا کہ جب کسی شخص کے متحققہ/موجودہ حق کا انکار کیا جائے، تو استقرار حق کے لئے دعویٰ دائر کیا جاسکتا ہے اور عدالت ہائے دیوانی/سول کورٹس کو مکمل اختیار ہے کہ وہ دعویٰ استقرار حق میں فریقین کے حقوق کی نشاندہی کرے۔لہٰذا اس تنقیح کا فیصلہ مدعیان علیہم کے خلاف کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۷...... پیرا نمبر:۲۵......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔تنقیحات نمبر ۴ اور ۵ پر میرے نتائج کی

روشنی میں یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ دعویٰ مناسب/صحیح طور پر دائر کیا گیا اور اس میں کسی قانون شکنی یا بے قاعدگی کا ارتکاب نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس تنقیح کا فیصلہ مدعیان علیہم کے خلاف کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۸...... پیرا نمبر:۲۶......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعیان علیہم پر تھا۔ مدعیان نے اپنے اصل دعویٰ کے حاشیہ پر سابقہ دعویٰ کے فائل کئے جانے اور واپس لئے جانے کا نوٹس دیا تھا۔ EX-P-3 مزید ظاہر کرتی ہے کہ مدعیان کو نیا دعویٰ دائر کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ فریقین کے حقوق کا تعین کرنے کے لئے دعویٰ استقرار حق بہترین حل تھا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مدعیان اس عدالت میں صاف ہاتھوں نہ آئے ہیں۔ اس تنقیح کا فیصلہ مدعا علیہم کے خلاف کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۹...... پیرا نمبر:۲۷......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعا علیہم پر تھا۔ اصل دعویٰ میں سابقہ دعویٰ کے دائر کئے جانے اور واپس لئے جانے کے حقائق کو بیان کیا گیا تھا اور جہاں تک کارروائی زیر دفعہ ۱۴۵ کے بیان نہ کئے جانے کا تعلق ہے اعتراض فاضل وکیل مدعا علیہم تنقیح نمبر:۱ پر میرے نتائج کی روشنی میں بے نتیجہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس تنقیح کا فیصلہ نفی میں کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۱۰...... پیرا نمبر:۲۸......اس تنقیح کا بار ثبوت مدعا علیہم پر تھا جیسا کہ پہلے اوپر بحث کی جاچکی ہے۔ مدعا علیہم کا مسجد پر دیرینہ قبضہ ثابت ہو چکا ہے۔ ریکارڈ کی رو سے لیکن یہ دوبارہ بیان کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی ایسی عمارت کا جسے مسجد سمجھا جاتا ہو دعویٰ نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کا کوئی حق بنتا ہے۔ تنقیحات نمبر ا اور ۳ پر میرے نتائج کی روشنی میں اس تنقیح کا فیصلہ مدعا علیہم کے خلاف کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۱۱...... پیرا نمبر:۲۹......اس تنقیح کا بار ثبوت بھی مدعا علیہم پر تھا۔ اس تنقیح پر کوئی بھی شہادت پیش نہیں کی گئی۔ لہٰذا اس تنقیح کا فیصلہ مدعا علیہم کے خلاف کیا جاتا ہے۔

تنقیح نمبر:۱۲...... پیرا نمبر:۳۰......فیصلہ مقدمہ: حقائق و وجوہات جو اوپر بیان کی گئی ہیں کی روشنی میں دعویٰ مدعیان کا فیصلہ ان کی استدعا کے مطابق ان کے حق میں بمع خرچہ کیا جاتا ہے۔ ڈگری شیٹ فیصلہ کے مطابق تیار کی جائے۔ بعد از تکمیل فائل ریکارڈ روم میں محفوظ رکھی جائے۔

دستخط جناب قاسم علی بھٹی سول جج گجرات

یہ فیصلہ ۱۷ ستمبر ۲۰۱۵ء کو سنایا گیا۔ جس مسلمان نے یہ فیصلہ سنا مارے خوشی کے جھوم جھوم اٹھا۔ قادیانی اپنی سو سالہ کذب بیانی کے عریاں ہونے پر گھوم گھوم گئے۔ حق کا بول بالا ہوا۔ قادیانیوں کا، مرزا قادیانی کے سیاہ دل کی طرح منہ ہو گیا۔

اگلے دن مسلمانوں نے فیصلہ کی مصدقہ نقل حاصل کی۔ ڈی. پی. او کی خدمت میں پیش کی۔ انہوں نے ڈی. ایس. پی کو، انہوں نے متعلقہ تھانیدار کو آرڈر کیا۔ تھانہ کا عملہ گیا۔ سیل توڑی، تالا کھولا، مسجد مسلمانوں کے سپرد ہوئی۔ مسلمانوں نے نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ سو سال بعد مسلمانوں کو ان کا حق، مسجد یعنی اللہ تعالیٰ کا گھر ملا۔ قادیانیوں نے کذب بیانی، دہشت گردی، انتہاء پسندی، لاقانونیت کی رسوائی کو سمیٹا اور مارے شرم کے منہ کو لپیٹا۔

# اشارات فریدی اور مرزائے قادیانی

مولانا خواجہ نور احمد فریدی نازکیؒ

فقیر کا یہ مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی الٰہی بخش صاحب سکنہ مہند ریاست بہاول پور نے اپنی صغیرسن دختر کا نکاح ایک قریبی رشتہ دار سے کر دیا۔ اس وقت ناکح مسلمان اور متبع اہل سنت والجماعت تھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذر گیا۔ مولانا صاحب کا ہونے والا داماد ایک قادیانی کے ساتھ ملتان وغیرہ کے نواح میں چکر لگاتا رہا۔ مولانا صاحب متقی، متشرع اور غیور مسلمان تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ کسی طرح داماد قادیانی کی صحبت چھوڑ دے۔ کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ بلکہ اس نے کھلم کھلا اپنی تبدیلی مذہب کا اعلان کر دیا اور سب عقائد قبول کر لئے جو فرقہ مرزائیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا صاحب نے برہم ہو کر تمام خاندانی علائق اس سے قطع کر لئے۔ اب مولانا صاحب کی لخت جگر بالغ ہو چکی تھی۔ مرزائی داماد نے استدعا کی کہ شادی کر کے رخصتی کر دی جائے۔ لیکن مولانا صاحب نے دھتکار دیا اور کہا: ''تم اب مرتد ہو کر مرزائی بن چکے ہو۔ اس لئے تمہارا نکاح نہیں رہا۔ مگر ناکح نے دعویٰ دائر کر دیا کہ فرقہ قادیانی مسلمان ہے۔ اس لئے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔''

بہاول پور اسلامی ریاست ہے۔ یہ معاملہ علمائے امت کے سپرد ہوا۔ مباحثہ کی تشکیل میں فرقہ باطلہ کی طرف سے مولوی غلام احمد اختر قادیانی وغیرہم اور علمائے اہل سنت والجماعت کی جانب سے مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ و مولانا فاروق احمد صاحب، شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ مباحثہ طے ہو گیا اور قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ ابھی احمدیوں کا یہ جھگڑا بدستور جاری تھا، اور وہ علمائے اسلام کے خلاف ژاژ خائی میں مصروف تھے کہ اطراف واکناف عالم سے فتاویٰ آ پہنچے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبع کافر ہیں۔

عدالت نے مباحثہ اور فتاویٰ کے بعد قادیانیوں سے سوال کیا کہ اگر کوئی اور ثبوت ان کے پاس اپنے مسلمان ہونے کا ہو تو وہ پیش کریں۔ جس پر یہ سند پیش ہوئی۔

''اشارات فریدیؒ جس کو مولوی رکن دین نے جمع کیا ہے۔ اس کے ایک عربی خط میں حضرت صاحب غریب نواز (خواجہ غلام فریدؒ) نے مرزا کو من عباداللہ الصالحین لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب موصوف نے مرزائے قادیانی کو برحق تسلیم کیا ہے۔ ایسی قوی سند کے آگے تمہارے فتاویٰ کیا چیز ہیں۔ تم قادیانیوں کو کافر کہتے ہو؟ غور تو کرو۔ حضرت صاحب غریب نواز جن کے کرامات اور زہد وتقویٰ کی ایک دنیا معترف ہے کہ حق میں تم کیا فتویٰ صادر کرو گے؟''

اس پر ریاست بہاول پور و دیگر اسلامی حلقوں میں ایک تہلکہ مچ گیا اور ہر جگہ ملفوظ و خط عربی کی کیفیت

دریافت ہونے لگی۔ فقیر ابھی سفر میں ہی تھا کہ مولانا فاروق احمد صاحب شیخ الحدیث بہاول پور کی طرف سے ذیل کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔

مکرم بندہ جناب مولانا مولوی نور احمد صاحب خلیفہ خاص مخدوم العالم جناب حضرت خواجہ غلام فریدؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! باعث تصدیعہ یہ ہے کہ مرزائے قادیانی نے جو شریعت کی تحریف کی، ضروریات دین سے انکار کیا، انبیاء کی توہین کی۔ جناب سے مخفی نہیں۔ جس پر ہندوستان کے تمام مختلف الخیال مسلمانوں نے اس کی تکفیر کی اور علماء نے یہ بھی بیان کیا کہ مرزا قادیانی کی کفریات معلوم ہونے کے بعد بھی جو شخص مرزا قادیانی کے کفر میں تردد کرے، وہ بھی کافر ہے۔

مرزائیوں نے ایک اعلان شائع کیا ہے کہ ملفوظات حضرت خواجہ صاحب مرحوم میں جس کو رکن دین نے جمع کیا ہے، مرزا کو اچھا مانا گیا ہے۔ ضمیمہ انجام آتھم کے آخر میں بھی اس قسم کا حضرتؒ کا عربی مکتوب درج ہے۔ مسلمانان بہاول پور میں اس اعلان سے سخت اضطراب پھیل گیا ہے۔ بعض سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرتؒ موصوف نے مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا تھا اور اشارات کی یہ عبارت الحاقی ہے۔ اس لئے جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ جناب کو اس بارے میں جس قدر بھی علم ہو، بذریعہ تحریر مطلع فرمائیں تاکہ مسلمانان بہاول پور کا یہ اضطراب رفع ہوکر مرزائیہ مرتدین کا منہ بند ہو۔ جناب کی تحریر طبع کرا کر مشتہر کی جائے گی۔

مورخہ ۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ ............ فاروق احمد، شیخ الحدیث بہاول پور

یہ پڑھ کر فقیر کو بہت افسوس ہوا۔ فوراً گھر کو روانہ ہوا تاکہ پیر بھائیوں سے مشورہ لے کر جواب ارقام کرے۔ یہاں پہنچا تو حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاول پور کا یہ مکتوب صادر ہوا:

بخدمت جناب معالی اکتساب مولانا نور احمد صاحب دام مجدہم

السلام علیکم، مزاج گرامی!

جناب والا کو معلوم ہوگا کہ احمدی مرزائی لوگوں نے عدالت بہاول پور میں حضرت قبلہ عرفاً غریب نواز خواجہ غلام فریدؒ کو مرزائی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے اثبات میں اشارات فریدی نام کی کتاب کو پیش کیا ہے۔ الحمدللہ! ہمارے علماء نے اس کا دندان شکن جواب دیا۔ مگر مرزائی لوگ ابھی تک وہی راگ الاپ رہے ہیں کہ حضرت غریب نواز مرزائی تھے۔ پس ضرورت ہے کہ حضرت غریب نوازؒ کے تمام مرید اور معتقد اس تہمت سے حضرتؒ کے دامن کی طہارت ثابت کریں تاکہ مخلوق اس گمراہی سے نجات پائے۔ حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے بھی اپنے بیانات لکھوائے ہیں۔ چونکہ جناب کو بھی سلسلہ فریدیہ میں ایک خاص مرتبہ حاصل ہے۔ جواب بدست حامل لکھ کر ارسال فرمائیں:

۱...... حضرت خواجہ غریب نواز نے مرزا غلام احمد قادیانی کو برا کہا تھا؟

۲...... اشارات فریدی کے مصنف رکن دین صاحب کو حضرت خلیفہ اعظم خواجہ محمد بخش صاحب نازک نے برا سمجھا تھا؟

۳...... مرزا کے متعلق جو باتیں اشارات فریدی میں درج ہیں ان کو نکال دینے کا امر فرمایا تھا؟

والسلام! غلام محمد

جواب میں فقیر نے یہ عریضہ ارسال کیا:

بخدمت شریف مولانا صاحبان ابحار العلوم اعظم الشان

مولانا غلام محمد صاحب ومولانا فاروق احمد صاحب دام اشفاقکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جواباً مرقوم اینکہ

۱...... حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہ نے غلام احمد قادیانی کو جب کہ اس کے عقائد واعمال درست تھے،''من عباد اللہ الصالحین'' لکھا تھا۔ لیکن مابعد جب اس کی مکمل کیفیت کھل گئی۔ مرزا کو برا کہا اور انکار کیا:

۲...... اشارات فریدیؒ کے مصنف مولوی رکن دین صاحب کو حضرت خلیفۃ العالم، شیخ الشیوخ، خواجہ محمد بخش صاحب نازک قطب مدار قدس سرہ نے بوجہ غلط تائید مرزا کے اچھا نہیں سمجھا۔

۳...... مرزا کے متعلق جو باتیں اشارات فریدی میں درج ہیں ان کو نکال دینے کا امر فرمایا اور نکال دینے چاہئیں۔

۴...... ہمارے تمام پیران عظام اور جماعت فریدیہ کا مذہب پاک اہل سنت والجماعت ہے۔ مرزا اور مرزائیت کے بلاشک منکر ہیں۔ والسلام!

۱۷/جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ............فقیر نور احمد فریدی نازکی بقلم خود

حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کی خدمت میں شیخ الجامعہ خود تشریف لے گئے اور اقتباسات اشارات فریدی کے متعلق استفسار فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ:

میرے سامنے مولوی امام بخش صاحب فریدی جاپوری، مولوی محمد یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خاں، مولوی سراج احمد صاحب ساکن مکھن بیلہ اور میاں اللہ بخش صاحب خلیفہ ساکن چاچڑاں شریف نے بطور شہادت بیان کیا کہ حضرت غریب نواز، خواجہ محمد بخش صاحب نازک نے ارشاد فرمایا تھا کہ میاں رکن دین نے ملفوظ شریف (اشارات فریدی) جمع کر کے اپنی نجات کا اچھا سامان کیا تھا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق جو افتراعات درج کئے ہیں۔ اپنی محنت بھی رائیگاں کی ہے اور آخرت بھی خراب کی ہے۔

حضرت خواجہ ہوت محمد صاحب سجادہ نشین شیدانی مدظلہ کی خدمت میں مولانا نور الحسن صاحب ومولوی

غوث بخش صاحب نے جواب طلب مکتوب ارسال کیا۔ جس کے جواب میں خواجہ صاحب موصوف نے ذیل کا ’’گرامی نامہ‘‘ تحریر فرمایا۔

زبدۃ العلماء عمدۃ الفضلاء فضائل وکمالات، مرتب فصاحت وبلاغت منزلت مولوی نور الحسن صاحب، مولوی غوث بخش صاحب۔

بعد از تحیہ سلام مسنون الاسلام مکشوف خاطر باد، مہربانی نامہ آپ کا پہنچا۔ جواباً مرقوم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد اولاً صاف طور پر مسلمانوں کے سے تھے اور جو تصانیف اس کی تھیں وہ بھی عقائد اسلام سے باہر نہ تھیں۔ مرزا قادیانی موصوف نے جو خط حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی جناب میں لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب موصوف نے اس کو ’’عباد اللہ الصالحین‘‘ لکھا۔ مگر بعد میں جب اس کے عقائد طشت از بام ہوئے۔ تو اعلانیہ صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غلطی سے لکھا ہے۔ یہ تو کافر ہے۔ حضرت مولوی جندوڈہ صاحب سیت پوری وحضرت مولوی حامد صاحب شیدانی جو اکابر علماء سے تھے۔ اس کو کافر فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بارہا حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی زباں سے سنا کہ: ’’یہ تو کافر ہے۔ میں بھی اس کو کافر جانتا ہوں۔‘‘ مجھے علمائے اہل سنت والجماعت سے اتفاق ہے۔ اگر شیخ الجامعہ بذات خاص تشریف لے آئیں تو جس قدر مجھے صحیح معلومات حاصل ہیں۔ حرف بحرف مفصل بیان کروں گا۔ والسلام علی من تبع الھدیٰ!

۱۲ رجمادی الثانی ............ ہوت محمد کوریجہ شیدانی

حضرت خواجہ عبدالقادر صاحب خلف حضرت عارف کامل خواجہ فضل حق صاحبؒ سجادہ نشین منگھیرا ان شریف نے اسی سلسلے میں حسب ذیل بیان دیا:

نیازمند کے والد ماجد حضرت خواجہ فضل حقؒ حضور حاجی الحرمین الشریفین کے خاص غلامان سے تھے اور حضرت ممدوح الشان کی نظر وکرم میں سب سے زیادہ ممتاز تھے اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ حضرت کی جناب میں گذارا ہے۔ نیازمند نے ان کی زبان مبارک سے متعدد دفعہ سنا ہے کہ یہ خط جو اشارات فریدی (ملفوظ شریف) میں درج ہے محض الحاقی اور افتراء ہے جو منشی رکن دین نے کیا ہے۔ منشی رکن دین جس نے ملفوظ شریف کی کتاب کا کام سرانجام دیا ہے وہ اپنے آپ کو حضرت کا معتقد ظاہر کرتا تھا۔ مگر دراصل مرزائی تھا اور ان کی طرف سے اسی کام کے لئے مامور ہوا تھا کہ جس طرح ہو سکے حضرت اقدس کی طرف سے مرزا قادیانی کی تائید کرائے۔ لیکن جب کوشش کے باوجود کسی طرح کامیاب نہ ہو سکا تو ملفوظ شریف کی طباعت کے وقت اس خط کا الحاق کر دیا جو بالکل غلط افتراء ہے۔ حضرت کی جناب سے کوئی خط وکتابت مرزا قادیانی سے نہیں ہوتی۔ بلکہ نیازمند کے والد ماجد فرماتے تھے کہ منشی رکن دین نے ملفوظ شریف کی کتابت سے جو سعادت یا ثواب حاصل کیا تھا۔ وہ سب حضرت کی نسبت اس افتراء باندھنے سے ضائع کر دیا ہے۔ خداوند کریم کی جناب میں کیا جواب دے گا۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ مولوی رکن دین مصنف ’’اشارات فریدی‘‘ اور مولوی غلام احمد صاحب اختر آپس میں گہرے دوست تھے اور چاچڑاں شریف میں بزمانہ حضور حضرت صاحب، قبلہ عالم، خواجہ فرید الملۃ والدین قدس سرہ

یکجا رہتے تھے۔ مولوی غلام احمد باطنی طور پر مرزائی تھا۔ موقعہ تاک کر عبداللہ ابن سبا یہودی کی طرح مصنف ملفوظ کے ساتھ مل گیا۔ اس کو معقول وظیفہ دے کر اپنا مرہون منت بنایا اور جب مرزائے قادیانی کے خطوط حضور انورؒ کے نام آئے تو حضور کی طرف سے یہی غلام احمد جواب ارسال کرتا رہا اور حسب مدعا ملفوظ مقدس میں عبارتیں درج کراتا رہا۔ اس وقت مرزا کے عقائد بھی اسلام کے خلاف نہ تھے اور ابھی آغاز تھا۔ جب اس کے حالات میں تبدیلی رونما ہوئی تو حضور نے برملا انکار کر دیا اور فرمایا: ''اندک در کشف واجتہاد وخطا کردہ است'' اگر حضور انور مرزا کو برحق نبی مانتے تو نسبت خطا کی اس پر نہ لگاتے۔ کیونکہ ہر ایک نبی صغیرہ کبیرہ خطا سے پاک ہوتا ہے۔ آپ ہندوستان کے طول وعرض میں بغرض سیر وتفریح وزیارت بزرگان عظام تشریف لے جاتے رہے۔ لاہور میں کئی بار جانے کا اتفاق ہوا، مگر کبھی بھی مرزا کو ملنے کی خواہش ظاہر نہ کی۔

ملفوظ مقدس حضور انورؒ کے وصال کے بعد طبع کئے گئے۔ مولوی غلام احمد اختر نے (جو بعد وصال حضور عالی برملا مرزائی ہو گیا تھا) حسب منشائے خود عبارت زائدہ کو الحاق کر کے دل کی بھڑاس نکالی اور ملفوظ کی اصلی حالت اس بارہ میں نہ رہی۔ حضور انور حاشا وکلا بالکل مرزائی نہ تھے۔ مگر اس مطبوعہ ملفوظ سے بعض کو دھوکا ہونے لگا اور اکثر غلطی میں مبتلا ہو کر مرزائی بن گئے اور اسلام کو ضعف پہنچا۔

جب ملفوظ طبع ہو کر حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نائب قطب مدار قدس سرہ کے مطالعہ سے گذرے تو حضور نے فرمایا: ''رکن دین نے مرزا کی تائید کر کے بہت برا کام کیا ہے اور اسلام پاک کو بہت دھوکا دیا ہے۔ ملفوظ میں ایسی جس قدر عبارتیں ہیں نکال دی جائیں تا کہ اسلام کو ضعف نہ پہنچے۔ کیونکہ حضور حضرت اقدس عالی خواجہ فرید الملۃ والدین قدس سرہ مرزائی نہیں تھے اور نہ ہم نہ ہماری اولاد ہمارے متعلقین مرزائی ہیں۔ بلکہ مرزا اور مرزا قادیانی کے باطل مذہب کے منکر ہیں۔''

ملفوظ پاک کی اصلاح کا ارادہ تھا کہ حضور نازک کریم قدس سرہ العزیز کا وصال ہو گیا۔ اب بھی لازم ہے کہ ملفوظ پاک کی اصلاح کی جائے تا کہ ملفوقات الٰہی گمراہ نہ ہو۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

۲۷ ربجمادی الآخر ۱۳۵۱ھ.......... فقیر: نور احمد فریدی نازکی، فرید آباد

(بشکریہ ماہنامہ فرید ملتان...... جنوری ۱۹۳۳ء)

---

## چار عظیم فائدے

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! جو شخص روزانہ سو مرتبہ: '' لاالٰہ الااللہ الملک الحق المبین ۰ '' پڑھے تو اسے چار عظیم فائدے حاصل ہوں گے:

نمبر1:...... فقر وفاقہ اور معاشی تنگی کا دور ہونا۔ نمبر2:...... قبر کی وحشت دور ہو کر راحت کا حاصل ہونا۔

نمبر3:...... غنا ظاہری وباطنی نصیب ہونا۔ نمبر4:...... جنت کے ہر دروازے پر دستک دینے اور جنت میں داخل ہونے کی سعادت کا ملنا۔

# ایک تحریری علمی مناظرہ

قسط نمبر:3

حضرت مولانا بلال احمد دہلویؒ

## آیت کی صحیح تفسیر

یہ طویل آیت بھی صاحب مراسلہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کی ہے۔طرز استدلال بتا رہا ہے کہ آیت میں بڑی کھینچ تان کر کے عذاب کے دائمی ہونے کی نفی پر کلام کیا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ یہاں اس آیت کی صحیح تفسیر کا خلاصہ لکھیں جو معالم التنزیل وروح المعانی وطبری اور بحرالمحیط میں استثنیٰ کی بحث میں کی گئی ہے۔تاکہ آیت کا صحیح مفہوم واضح ہو سکے۔فرمایا کہ سعید وشقی سے مراد نیک کار اور بدکار لوگ مراد لئے جائیں۔خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر اور ما کو من کے معنی میں لیا جائے۔پس یہ معنی ہوئے کہ گنہگار کافر دوزخ میں ہوں گے۔مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں یعنی اس کا خاتمہ کفر پر ہو جائے۔پس اس سے یہ نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ اطاعت پر ناز نہ کرے اور عصیان پر مایوس نہ ہو۔اسی مفہوم کی تائید مشکوٰۃ کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔جس کو بخاری ومسلم نے بھی نقل کیا ہے۔

”عن ابن مسعودؓ قال حدثنا رسول اللہ ﷺ...... ان احدکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتیٰ مایکون بینه وبینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فیدخلها (مسلم ج۲ ص۳۳۲، باب القدر ص۲۰)“ ﴿حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک رکھتے ہیں اور پھر وہ خون بن جاتا ہے۔چالیس روز میں پھر وہ اتنی مدت میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار کلمات لے کر بھیجتے ہیں پھر وہ لکھتا ہے اس کا کام وعمر ورزق اور بدبختی یا نیک بختی۔پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے۔اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔تم میں سے کوئی جنت کے عمل کرتا ہے اور یہاں تک اس کے اور جنت کے درمیان چند ذراع کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر کا لکھا پورا ہوتا ہے تو وہ اچانک دوزخ کے کام کرنے لگتا ہے۔پس وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں کوئی شخص دوزخ کے کام کرتا ہے۔یہاں تک کہ دوزخ اور اس کے درمیان چند ذراع کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر کا لکھا پورا ہوتا ہے۔وہ جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔پس وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔﴾

ہم نے یہاں طویل حدیث کا ترجمہ اس لئے نقل کیا ہے۔تاکہ اوپر والی آیت کا مفہوم پوری طرح واضح ہو جائے۔تفسیر کا یہ اصول ہے جب کسی آیت کی تشریح منقول ہو اور آنحضرت ﷺ کا قول یا فعل موجود ہو تو پھر وہاں عقلی اور منطقی تفسیر سے کسی آیت کی تشریح کرنا جائز نہیں ہے۔اپنے پہلے مراسلہ کے آخر میں ایک حدیث بھی اپنے دعوے کے اثبات کے لئے پیش کی ہے۔لکھتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے۔

## غریب حدیث سے غلط استدلال

”یأتی علیٰ جھنم زمان لیس فیھا احد ونسیم الصباح تحرك ابوابھا (معالم التنزیل)“ ﴿جہنم پر ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی شخص نہیں ہوگا اور بادِ نسیم صبح اس کے دروازے کھٹکھٹائے گی۔﴾ یعنی اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور دوزخ کے اندر کوئی قیدی نہیں رہے گا۔ غرض کہ اسلامی تعلیم کے ماتحت جزائے نیک تو دائمی ہوگی۔ مگر دوزخ کا عذاب دائمی نہیں ہوگا۔ وہ بیشک بھیانک اور تکلیف دہ چیز ہے۔ بالآخر خدائے تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے گی اور وہ گنہگاروں کو بھی اپنے سایۂ رحمت میں لے آئے گی۔

## حدیث کا صحیح مفہوم

صاحب مراسلہ نے جو حدیث پیش کی ہے ان کے دیئے ہوئے حوالہ معالم التنزیل کے عربی نسخے میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی۔ اگر ان کے پاس اس کا ثبوت ہے تو پیش کریں۔ ہاں البتہ اس مفہوم کے قریب جو الفاظ ہمیں ملے وہ یہ ہیں۔

”عن ابن مسعودؓ قال لیأتین علیٰ جھنم زمان لیس فیھا احد وذلك بعد یلبثون فیھا أحقاباً وعن ابی ھریرۃ مثله معناہ عند اھل السنة ........ وثبت ان لا یبقیٰ فیھا احد من الایمان اماتواضع الکفار فممتلئة ابداً (معالم التنزیل ج۲ ص ۱۴۱)“ ﴿ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جہنم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی آدمی نہیں ہوگا اور یہ سینکڑوں برس کے بعد ہوگا۔ اسی قسم کی روایت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اہل ایمان سے کوئی جہنم میں باقی نہیں رہے گا۔ لیکن کافروں سے جہنم بھری ہوئی ہوگی۔﴾

## اصول حدیث کی ضرورت

احادیث سے استدلال کرنے کے لئے علماء حدیث نے چند اصول وضع کئے ہیں اور جب تک ان اصول حدیث کو سامنے نہ رکھا جائے اس وقت تک کسی حدیث سے استدلال کرنا غلطی ہے۔ جیسا کہ صاحب مراسلہ سے غلطی ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف علم حدیث اور اصول حدیث سے بالکل واقف نہیں ہیں۔ کاش کہ اس حدیث سے استدلال کرنے سے پہلے اصول حدیث کا مطالعہ کر لیتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ اسلام کے بنیادی عقیدے کے اثبات کے لئے نص قطعی کے مقابلہ پر غریب حدیث سے استدلال کر رہے ہیں اور اسلام کے بنیادی عقیدے کی اساس اس پر قائم کر رہے ہیں۔ دیکھئے اس حدیث کے متعلق علماء ومحدثین کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ صاحب معالم تنزیل ج۳ص ۳۹۸ نے اس حدیث کے متعلق یہ لکھا ہے۔

”وقد رؤھا فی تفسیرھا عن امیر المؤمنین عمر بن الخلطاب وابن مسعود وابن عباس وابی ھریرۃ وعبداللہ بن عمر وجابر وابی سعید من الصحابة ورد فی

حدیث غریب فی معجم الطبرانی الکبیر عن ابی امامة صدی بن عجلان الباهلی ولکن سنده ضعیف وقال السدی هی منسوخة لقوله خالدین فیها ابدأ'' ﴿اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کے نقل کرنے والے باوجود حضرت عمرؓ وابن مسعود وابن عباس وابو ہریرہؓ، ابن عمرو، جابر، ابوسعید ہیں۔ اس کی غریب میں شمار کیا ہے۔ یہی حدیث معجم طبرانی کبیر میں۔ ابوامامہ صدی بن عجلان الباہلی سے منقول ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور علامہ سدی نے کہا کہ یہ منسوخ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے خالدین فیہا ابداً لیکن علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں نسخ کے قول کو بھی رد کیا ہے اور اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔﴾

اس حدیث کے متعلق جلیل القدر محدثین کا یہ فیصلہ ہے۔ اس فیصلہ کے بعد اس حدیث سے استدلال کرنا کہاں تک درست ہے۔ اس بنیاد پر علماء حدیث نے اصول حدیث وضع کئے تاکہ حدیث کو سمجھنے اور اس سے استدلال اور اس سے احکام ثابت کرنے میں آسانی ہو اور غلطی واقع نہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں یہاں چند اصول لکھ دیئے جائیں۔ تاکہ یہ فیصلہ ہو سکے کہ صاحب مراسلہ کا اس حدیث سے استدلال کر کے اسلام کے بنیادی عقیدے کو ثابت کرنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

## اصول حدیث

محدثین کرام نے لکھا ہے کہ حدیث کے دو جز ہوتے ہیں۔ ایک متن حدیث دوئم سند حدیث، متن حدیث کا مطلب آنحضرت ﷺ کے الفاظ ہیں اور سند حدیث کا مطلب ہے وہ سلسلہ روایت جو آنحضرت ﷺ سے لے کر بعد تک کے نقل کرنے والے حضرات تک متصل ایک حدیث کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ متن اور سند دونوں درست ہوں اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔ اگر متن میں شبہ ہے تو یہ حدیث مضطرب ہے اور اگر سند میں شبہ ہے تو یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر متن وسند دونوں اصول حدیث کے مطابق ہوں تو یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر صحیح حدیث کسی آیت یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور کے معارض ہے تو آیت اور حدیث میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے تطبیق یا تاویل یا ترجیح یا تنسیخ کے اصول وضع کئے ہیں۔ ان اصول پر ان احادیث کے ساتھ عمل کیا جائے گا۔ جو صحیح ومشہور یا متواتر حدیث کا درجہ رکھتی ہوں اور غریب حدیث یا ضعیف حدیث سے احکام کا اثبات نہیں کیا جا سکتا۔ اب آپ خود ہی غور کریں اور فیصلہ کریں یہ حدیث جس کے متعلق اوپر علماء ومحدثین کا فیصلہ گزر چکا ہے۔ اس سے اسلام کے بنیادی عقیدے پر کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے۔

## قرآن پاک میں شبہ پیدا کرنے کی ناپاک جسارت

صاحب مراسلہ اپنے پہلے مراسلہ کے اختتام پر خود ایک شبہ قائم کر کے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا۔

''وماهم بخارجین منها (البقرہ:۱۶۷)'' ﴿وہ (دوزخی) اس (دوزخ کی آگ) سے ہرگز نہیں نکل سکیں گے۔﴾

اس آیت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ اوپر کی متعدد آیات سے مضمون واضح ہے۔ اس آیت میں صرف یہ فرمایا ہے کہ دوزخ میں سے کوئی اپنے زور سے نہیں نکل سکے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایک دن نکال دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ایک دوسری آیت سے یہ بات ثابت ہے۔

''کلما ارادو ان یخرجوا منها اعیدوا فیها (سجدة:۲۰)'' ﴿جب کبھی وہ اس (دوزخ) سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔﴾

پس یہ ثابت ہوا کہ آیت میں مراد اپنی جدوجہد اور کوشش سے جہنم سے نکلنا ہے اور وہ اس طرح نہیں نکل سکیں گے۔ صرف خدا کا فضل ہی انہیں ایک دن نکالے گا۔

## قرآن پاک شبہ سے پاک ہے

موصوف نے عجیب منطقی انداز سے پھر سے دعوے کو اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حیرت ہے کہ آیت اپنے حکم میں نص قطعی ہے۔ اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی خود ہی اس میں شبہ پیدا کیا اور خود ہی اس کی تاویل کر کے اس کا جواب دیا۔ یہ انداز قرآن کے شایان شان نہیں ہے۔ اگر اس انداز سے لوگ قرآن پاک کی تفسیر لکھنے لگیں تو پھر قرآن پاک بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ آیت کو اپنے اصلی مفہوم میں رکھا جائے اور اس میں کسی قسم کی تاویل یا ارادے کی قید نہ لگائی جائے۔

## آیت کے متعلق کبار مفسرین کا فیصلہ

آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ یہ آیت کفار اور مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے۔ اس کی تائید میں علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

''دلیل علی خلود الکفار فیها وانهم لا یخرجون'' یہ آیت دلیل ہے کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے پر اور وہ کبھی بھی اس سے نہیں نکلیں گے۔

تفسیر مدارک میں ہے:''بل هم فیها دائمون'' بلکہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:''افادة للمبالغة فی الخلود والاقناط عن الخلاص وزیادة الباء لتاکید النفی'' یہ آیت کفار کے خلود فی النار کے لئے مبالغہ کے معنی میں ہے اور دوزخ سے عدم خلاص کے لئے مفید ہے اور بخارجین میں، با خبر کی تاکید اور نفی کی تاکید کا کام دے رہی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اتنے بڑے عظیم المرتبت مفسرین کے فیصلہ کے بعد صاحب مراسلہ کی تاویل کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ اس انداز سے دوسری آیت میں ارادے کی قید لگائی ہے اور اس آیت کو بھی اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے کہ جب بھی اہل جہنم اپنے ارادے سے جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے ارادے سے ان کو جہنم سے نکالیں گے۔ یہ تفسیر خود ساختہ ہے۔ کلام الٰہی کو اپنے منشاء کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے اور آیت جو کہ مطلق ہے اس کو ارادے کی قید سے مقید کرنا اصولی غلطی ہے۔ جب کہ

مطلق کو مقید کرنا خبر آحاد سے بھی جائز نہیں ہے اور اس انداز سے آیت کی تفسیر بیان کرنا تحریف معنوی کے مرادف ہے۔ اس آیت کے سیاق وسباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے مصداق وہ لوگ ہیں جو آخرت کے دن کو بھلا کر دنیا کے عیش ونشاط میں غرقاب ہو کر دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی بنیاد پر جمہور مفسرین نے آیت سے خلود فی النار مراد لیا ہے اور یہی اصل منشاء الٰہی ہے۔

ہم نے اپنے پہلے جواب میں صاحب مراسلہ کی پیش کردہ غریب حدیث پر مکمل جرح وتنقید کی تھی۔ اس کے جواب الجواب پر ربوہ کے عبدالحمید صاحب نے لکھا۔

اس سوال کے جواب میں اثباتی رنگ میں قرآن مجید کی ایک آیت یا کوئی غریب حدیث بھی پیش نہیں کی گئی ہے۔ تاکہ دیکھا جائے کہ عذاب جہنم کے دائمی ہونے کا استدلال کس سے کیا جاتا ہے۔

## اہل حق کا مسلک

ہم نے اس چیلنج کے جواب میں ۲۱ آیات اور ۵ صحیح احادیث پیش کی تھیں اور ساتھ ہی ہم نے اس کی دعوت دی تھی کہ حق کی طرفداری اور حق پسندی اسی میں ہے کہ اب آپ اس کو قبول کر لیں۔ لیکن ہماری یہ آرزوئیں پوری نہ ہوئیں اور ربوہ سے ہمارے جواب الجواب کا جواب نہیں آیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ حق واضح ہوگیا۔ لیکن ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا گیا۔

اہل حق علماء کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ غریب حدیث یا تاویل کا سہارا لے کر اپنے مسلک کی بنیاد اس پر قائم کریں۔ بلکہ علماء حق نے ہمیشہ صحیح روایات اور واضح آیات ہی پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے یہ تو صرف غیر مسلم اقلیتی فرقوں کا کام ہے۔ جنہوں نے اسلام کے نام پر اپنے الگ مذہب کی بنیاد رکھی اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کی، خاص طور پر دین مرزائیت کی تمام بنیاد غلط تاویل موضوع احادیث یا ضعیف روایات پر قائم ہے۔ بہرحال ہم نے ادنیٰ کوشش سے یہ چند صحیح احادیث تلاش کی ہیں جو کہ عذاب جہنم کے دائمی ہونے پر نص قطعی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

۱…… ’’عن جابر بن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من لقی اللہ لا یشرک به شیئاً دخل الجنة ومن لقیه یشرک به شیئاً دخل النار (رواہ مسلم ج۱ ص۶۶)‘‘ ﴿حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے جو شخص اللہ سے ملتا ہے۔ اس حالت میں کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اس حالت میں اللہ سے ملے کہ اس نے اس کے ساتھ شرک کیا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔﴾

امام نوویؒ شارح مسلم نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ:

۲…… ’’فالمراد به دخول الکفار وهو دخول الخلود ومن شرب سما فقتل نفسه فهو یتحساه فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابدا ومن تردیٰ من جبل وقتل نفسه فهو یتردیٰ

فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابداً (رواہ مسلم ج ۱ ص ۷۲)'' ﴿اس دخول سے مراد کفار کا دخول ہے جو ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ جو شخص زہر پیتا ہے بس وہ اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے تو وہ جہنم میں اس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا رہے گا۔ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا اور جو شخص اپنے آپ کو کسی پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دیتا ہے تو وہ جہنم میں اسی طرح اپنے آپ کو پہاڑ سے گراتا رہے گا اور ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔﴾

امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''انہ محمول علی من فعل ذالك مستحلاً مع علمه بالتحریم فھذا کافرو لھذہ عقوبة'' ﴿یہ دائمی عذاب اس کو اس وجہ سے ہوگا کہ یہ خودکشی کو جائز سمجھتے ہوئے کرتا ہے تو پس یہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ سزا اس کو ملی۔﴾

اس حدیث سے کس قدر واضح ثبوت ملتا ہے کہ کفار کے لئے عذاب دائمی ہوگا اور اس تاکید کے لئے خالداً ابداً جیسے الفاظ لائے گئے۔ تاکہ اس میں کوئی تاویل نہ کی جاسکے اور یہ بات یقینی ہے۔ جب مکین کے لئے دوام یقینی ہے تو مکان کا دائمی ہونا بھی ضروری ہے۔

## موت کے لئے بھی فنا ہے

۳...... ''عن ابی ھریرةؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ یؤتیٰ بالموت یوم القیامة فیوقف علی الصراط فیقال یا اھل الجنة فیطلعون نخائفین وجلین ان یخرجوا من مکانھم الذی ھم فیه ثم یقال یا اھل النار فیطلعون مستبشرین فرحین ان یخرجوا من مکانھم الذی ھم فیه فیقال ھل تعرفون ھذا قالوا نعم ھذا الموت قال فیؤمربذبح فیذبح علی الصراط ثم یقال للفریقین کلاھما خلود فیما تجدون لا یموت فیھا ابداً (سنن ابن ماجه ص ۳۲۱)''

﴿حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو لایا جائے گا اور اس کو پل صراط پر کھڑا کیا جائے گا۔ پس اہل جنت سے خطاب کیا جائے گا۔ پس وہ ڈرتے اور لرزتے ہوئے دیکھیں گے کہ کہیں ہم کو جنت سے نکالا تو نہیں جارہا۔ پھر اہل جہنم سے خطاب کیا جائے گا۔ وہ اس کو بشارت سمجھ کر جہنم سے نکلیں گے۔ خوشی سے دیکھیں گے۔ پس ان سب سے کہا جائے گا کہ تم اس کو جانتے ہو جواب میں کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر موت کے لئے حکم دیا جائے گا کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور دونوں فریق سے کہا جائے گا کہ تم سب جس حالت میں ہو اسی میں ہمیشہ رہو گے۔ اب تم کو کبھی موت نہ آئے گی۔﴾

اس کے علاوہ یہی روایت مجمع الزوائد ومنبع الفوائد میں ص ۳۹۶۱ پر باب الخلود لا ھل النار فی النار واھل الجنة فی الجنة میں حضرت انسؓ سے منقول ہے۔ اس حدیث کے متعلق نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی نے لکھا ہے:''رواہ ابویعلیٰ والطبرانی فی الاوسط بنحوہ والبزار ورجالھم رجال الصحیح'' ''اس روایت سے ابویعلیٰ اور طبرانی نے اوسط میں اسی طرح اور بزار نے نقل کیا ہے اور اس روایت کے سب رواۃ ثقہ اور صحیح ہیں۔ جاری ہے!

# خاتم النّبیین کا مفہوم اور قادیانی دجل

مولانا محمد علی صدیقی

لیکن قادیانی/مرزائی کہتے ہیں کہ خاتم النّبیین کا یہ مطلب نہیں کہ آپ آخری نبی ہیں۔ نہ یہ کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ آئندہ حضور ﷺ کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ ٹھپا لگتا ہے اور نبی بنتا ہے۔

(حماقت تو دیکھئے کہ حضور ﷺ کے ٹھپے سے چودہ سو سال کی امت میں نبی بنا بھی تو صرف ایک، وہ بھی بھینگا اور کانا...... حضور ﷺ کی مہر نے صرف ایک نبی بنایا اور وہ بھی صرف قادیانی اعور دجال، نعوذ باللہ)

(اصل معنی ختم نبوت) الغرض خاتم النّبیین کے معنی یہ تھے، حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی آمد سے نئے نبیوں کی آمد بند ہوگئی۔ ان پر مہر لگ گئی۔ اب کوئی نیا نبی نہیں بنے گا۔ لفافہ بند کر کے لفافے پر مہر لگا دیتے ہیں۔ جس کو سیل کرنا کہتے ہیں۔ ختم کے معنی، سیل کر دینا، خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی آمد سے نبیوں کی فہرست سربمہر کر دی گئی۔ اب تو اس فہرست سے کسی کو نکالا جا سکتا ہے نہ اس میں کسی اور کا نام داخل کیا جا سکتا ہے۔

لیکن مرزائیوں نے اس میں تحریف کی کہ خاتم النّبیین کے معنی ہیں نبوت کے پروانوں کی تصدیق کرنے والا۔ یہ کہتے ہیں کہ جو کاغذ پر دستخط کرتے، محکمے والے مہر لگا دیا کرتے ہیں کہ کاغذ کی تصدیق ہوگئی۔ حضور ﷺ بھی انہی معنوں میں خاتم النّبیین ہیں۔

یعنی نبیوں کے پروانوں پر مہر لگا کر نبی بناتے ہیں۔ پہلے نبوت اللہ تعالیٰ خود دیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ محکمہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سپرد کر دیا کہ حضور ﷺ مہریں لگائیں اور نبی بنائیں۔ اسی کو زندیقت کہتے ہیں۔

یہ نئے زندقہ، کہ نام اسلام کا لیتے ہیں۔ لیکن اپنے کفریہ عقائد پر قرآن کریم کی آیات کو ڈھالتے ہیں۔ اسی طرح ان کے بہت سے عقائد ہیں جن کو یہ اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ مرزائی ''زندیق'' ہیں کہ عقائد ایسے رکھتے ہیں جو اسلام کی رو سے خالص کفر ہیں۔

لیکن یہ اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کا نام دیتے ہیں اور قرآن وحدیث کو اپنے کفریہ عقائد پر ڈھالنے کے لئے تحریف کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے دین ومذہب کو اسلام کا نام نہ دیتے بلکہ صاف کہہ دیتے کہ ہمارا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ تو واللہ العظیم! ہمیں ان کے بارے میں اس قدر متفکر ہونے کی ضرورت نہ ہوتی۔

ازافادات: حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

# تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے ...... ادارہ

## ماہنامہ القاسم کی مولانا عبدالکریم کلاچوی پر خصوصی اشاعت:

ہمارے مخدوم مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کے استاذ اور ہم سب دیوبندی حلقہ کے بزرگ رہنما حضرت مولانا عبدالکریم کلاچوی کا پچھلے دنوں وصال ہوا۔ مولانا حقانی صاحب نے اپنے استاذ محترم کی محبت میں ایسے اخلاص کا مظاہرہ کیا کہ چند دنوں میں اتنا جامع اور ضخیم اپنے ماہنامہ کا نمبر مرتب کر ڈالا جو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب یادگار اسلاف کی پوری زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پونے تین سو صفحات پر مشتمل یہ خصوصی اشاعت، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ خیبر پختونخواہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱...... ۱۰۸ آیات رزق مترجم مع برکت رزق کی مسنون دعائیں:

۲...... آیات رحمت مع ۴۰ مسنون دعائیں: ۳...... قرآنی صفوۃ المصادر:

دو رسائل اور ایک کتاب یہ تینوں مولانا محمد طارق صاحب فاضل جامعہ خیرالمدارس اور مدرس جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور ضلع رحیم یار خان کے رشحات قلم کا شاہکار ہیں۔ طباعت وغیرہ تمام مراحل میں عمدہ ذوق کا مظاہرہ کیا گیا ہے جو دیدہ زیب ہیں:۱...... رسالہ کے صفحات:۷۰۔ ۲...... کے صفحات:۱۳۲۔ ۳...... کتاب کے صفحات:۲۶۴۔ آخری کتاب کا فتاویٰ کتب والا بڑا سائز ہے۔ پہلی دونوں کتابوں کا تعارف نام سے واضح ہے۔ آخری کتاب علماء وطلباء کے لئے علمی تحفہ ہے۔ اوّل سے آخر تک قرآن مجید میں مستعمل تمام ابواب کے بحوالہ مصادر اور گردانیں، با ترجمہ مختلف اقسام کی وضاحتوں وصراحتوں پر خاصی محنت کی گئی ہے۔ جس پر مصنف بہت ہی لائق تبریک ہیں۔ قیمت کہیں درج نہیں۔ خان پور کے پتہ پر مصنف سے رابطہ کریں۔

**مکتوبات حقانی بنام اورنگ زیب اعوان:** صفحات:۱۲۰، قیمت: درج نہیں، ملنے کا پتہ: مولانا محمد بشر سرور محلہ گوجرہ موہڑہ رنگیلا روڈ ہری پور۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی نے گاہے بگاہے جناب اورنگ زیب اعوان کو جو ۳۷ عدد خطوط رقم فرمائے۔ وہ اعوان صاحب نے یکجا کر دیئے۔ دینی، اصلاحی، ادبی لحاظ سے یہ مکتوبات قابل مطالعہ ہیں۔ ابتداء میں خود حضرت حقانی صاحب کی تقریظ ہے۔ اس کے بعد پھر اعوان صاحب نے حضرت حقانی صاحب سے آغاز تعارف سے اشاعت کتاب ہذا تک کی کہانی کہہ ڈالی ہے۔ اس کے بعد مکتوبات شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر مکتوب اتنا واضح ہے کہ حاشیہ یا تعارف کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ طباعت میں اعلیٰ ذوق کی تسکین کا تمام تر سامان موجود ہے جو شائقین کے لئے دعوت نظارہ کا باعث ہے۔

# کاروانِ مجدد تھانوی رحمہ اللہ

پسند فرمودہ
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ
حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی مدظلہ
(مہتمم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون)

**جلد 1** تاریخ تھانہ بھون......خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا تعارف.....اور تفصیلی معلومات.......اقطاب ثلاثہ یعنی سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی.....مولانا شیخ محمد محدث تھانوی اور حافظ محمد ضامن شہید رحمہم اللہ کا مبارک تذکرہ سوانح حیات....ملفوظات طیبات....اہم واقعات....اور دینی خدمات اور ان کے خلفائے کرام

**جلد 2** میر کارواں حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سوانح حیات (حصہ اول)

**جلد 3** میر کارواں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت پر اہم مقالات و مضامین (حصہ دوم)

**جلد 4** خلفائے حکیم الامت میں سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری....حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب......مسیح الامت مولانا مسیح اللہ......حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہم اللہ کی سوانح.......اہم واقعات.....اور تصوف و طریقت کیلئے خدمات کا تذکرہ اور ان کے خلفائے کرام....

**جلد 5** خلفائے حکیم الامت میں سے حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ....حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری حضرت مولانا خیر محمد جالندھری...حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری....حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری... حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہم اللہ....کی سوانح....خدمات کا تذکرہ اور ان کے خلفائے کرام...

**جلد 6** خلفاء حکیم الامت میں سے مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔حضرت علامہ سید سلیمان ندوی حضرت علامہ محمد یوسف بنوری...حضرت مولانا اطہر سلہٹی رحمہم اللہ کی سوانح اور خدمات کا تذکرہ۔

**جلد 7** خلفائے حکیم الامت رحمہ اللہ کے 80 مشاہیر خلفائے کرام.....مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری مولانا شاہ لطف الرسول تھانوی....مولانا عبدالغنی پھولپوری....مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی....مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی مولانا قاضی عبدالسلام نوشہرہ....مولانا جلیل احمد شیروانی رحمہم اللہ وغیرہم کی سوانحی خدمات کا تذکرہ اور خلفائے کرام

**جلد 8** حضرت حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ (خلیفہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) کے خودنوشت حالات اور حکیم الامت کی خدمت میں لکھے گئے آپکے اور آپکی اہلیہ محترمہ کے مکمل تفصیلی اصلاحی خطوط...جوابات اور آپکے خلفائے کرام کا تذکرہ۔

**جلد 9** حکیم الامت رحمہ اللہ کے متوسلین و تلامذہ کا تذکرہ....خلفائے حکیم الامت کے خلفاء حضرات کا تذکرہ جنہوں نے اپنے اپنے حلقہ میں سلسلہ اشرفیہ کا فیض جاری کیا اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے

**جلد 10** فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی و عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہم اللہ کی سوانح اور حالات و خدمات....حکیم الامت رحمہ اللہ کے خلفاء حضرات کے خلفاء الخلفاء حضرات کا تذکرہ...

کاروان مجدد تھانوی سے وابستہ تقریباً **1500** خلفائے کرام کی دستیاب شدہ فہرستیں

**خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی قدیم و جدید تقریباً 30 رنگین تصاویر**

## ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

صرف فون کیجئے اور گھر بیٹھے عاتی قیمت پر کتابیں حاصل کیجئے

چوک فوارہ ملتان پاکستان 0322-6180738-061-4519240

پانچویں سالانہ عظیم الشان

# ختم نبوۃ کانفرنس

حضرت مولانا شاہ نواز فاروقی

زیر صدارت
مولانا مفتی محمد حسن صاحب

شاہین ختم نبوت
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

5 دسمبر 2015 بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء
بمقام قذافی چوک نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک
راوی روڈ لاہور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ راوی ٹاؤن لاہور
0321-5610290
0300-4194744
0321-4057404
0300-8809913

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

موضوع: عقیدہ ختم نبوت رد قادیانیت

سالانہ عظیم الشان

# ختم نبوت انعام گھر

ان شاء اللہ

14 نومبر 2015 بروز ہفتہ بعد نماز مغرب
بمقام آغا زمیرج ہال جی ٹی روڈ بلمقابل پاکستان منٹ لاہور
آسان سوالات
بے شمار قیمتی انعامات

شاہین ختم نبوۃ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب
جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز صاحب
جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

محمد متین خالد صاحب
لاہور

حضرت مولانا عزیز الرحمن ثانی صاحب

قاری جمیل الرحمن اختر صاحب

جناب پیر رضوان نفیس صاحب

منجانب: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و ادارۃ الفرقان شادی پورہ لاہور
0321-4320253, 0301-4141526

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

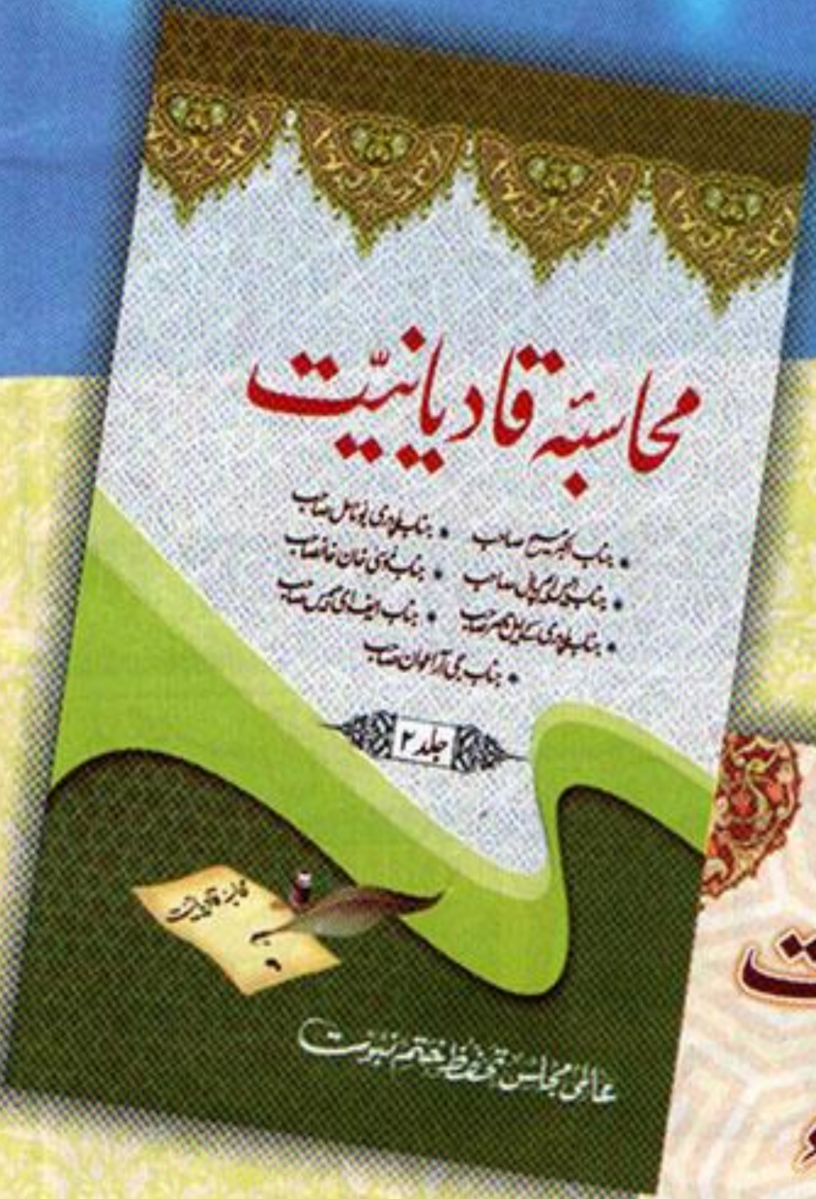


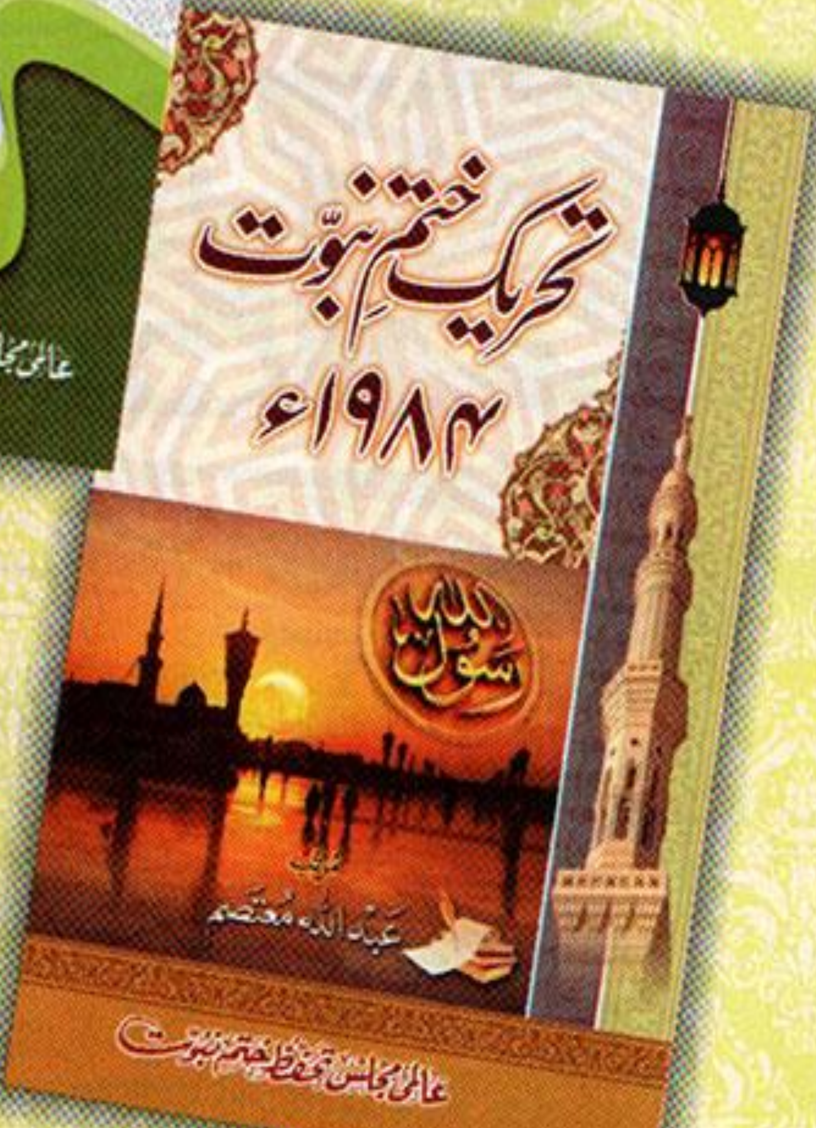


قیمت فی شمارہ -/15 روپے

قیمت سالانہ -/180 روپے